اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماھنامہ اکوڑہ خٹک

الحق

جلد ــــ ۳۰
شمارہ ــــ ۲
جمادی الثانی ــ ۱۴۱۵ ھ
نومبر ــ ۱۹۹۴ء

بانی: حضرۃ مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ

مدیر اعلیٰ: حضرۃ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی

مدیر :- عبدالقیوم حقانی

ناظم ـ شفیق فاروقی

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم
۳۴۰ / / ۴۳۵
کوڈ نمبر ـ ۰۵۲۴۹

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ ۱۰۰/- روپے فی پرچہ ۱۰/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۶/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲/- پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

- ○ ملاکنڈ اور باجوڑ ایجنسی میں نفاذ شریعت کی جدوجہد
- ○ حکومت کی ظالمانہ کاروائی اور ریاستی جبر و استبداد
- ○ بین الاقوامی حالات کے تناظر میں ایک جائزہ اور تبصرہ

ملاکنڈ اور باجوڑ ایجنسی میں شروع کی جانے والی تحریک نفاذِ شریعت حکومت کی ناعاقبت اندیشی غلط پالیسیوں منافقانہ طرزِ عمل، جھوٹے وعدوں، لیت ولعل، بالآخر ریاستی جبر، ظلم وتشدد استبداد، وحشیانہ مظالم، بہیمیت وسفاکی اور قتل وغارت گری کی وجہ سے ایک شعلۂ جوالہ بن گئی ہے ملاکنڈ اور باجوڑ کے پہاڑوں سے اٹھنے والی جہادِ اسلامی کی بظاہر ایک کمزور اور نحیف آواز، ایک طاقتور گونج بن کر پورے عالم پر چھا گئی ہے اور اب اس کی صدائے بازگشت اکنافِ عالم میں سنائی دے رہی ہے دہلی، اسرائیل، ماسکو، لندن اور واشنگٹن کے محلات لرز گئے ہیں مجاہدین کے حوصلے بلند، عزائم پختہ اور ارادے مصمم ہیں تحریک آگے بڑھ رہی ہے خدا کی مدد اور غیبی نصرت شامل حال ہے مجاہدین کے کانوں میں روح القدس کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله کا مژدہ سنا رہا ہے۔

۲۷ر اکتوبر کو تاجکستان کے اپوزیشن رہنما اور جہادی تحریک نہضتِ اسلامی تاجکستان کے صدر استاذ سید عبداللہ نوری جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے وہاں پر حکومتی مظالم، ریاستی جبر اور مجاہدین کا مومنانہ کردار اور مجاہدانہ ردعمل کی تفصیلات سنائیں (اور ان کے خطاب کے بعض حصے اسی شمارہ میں شریک اشاعت ہیں) جہادِ کشمیر اپنے عروج پر ہے بھارتی سامراج کے انسانیت سوز مظالم اور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں حکومت پاکستان کی ناکام خارجہ پالیسی اور مذموم ترین کردار نے جلتی پر تیل کا کام کر دیا ہے اور جذبۂ جہاد وحریت کو بھڑکا دیا ہے۔

آج انڈونیشیا سے ٹیونیشیا تک کوئی اسلامی یا مسلمان ملک ایسا نہیں جس میں اعلاءِ کلمۃ اللہ تنفیذ شریعت کی جدوجہد نہ ہو رہی ہو۔ یہ اللہ کی کتنی بڑی رحمت ہے۔ یہ وہ رحمت ہے جو آج سے پچاس سال پہلے نہ دیکھنے میں آتی تھی، نہ سننے میں۔ یہ اللہ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے اپنے بعض نیک بندوں کے دلوں میں زندہ احساس پیدا

گیا، وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور منزل کی طرف چل پڑے۔ لوگ ساتھ آتے گئے، کارروان بنتا گیا۔ اللہ کی سنت یہ ہے کہ نعمتِ ایمان کے ساتھ زحمتِ امتحان بھی لگی رہتی ہے۔ یہ زحمت بھی اتنی بڑی ہے کہ انڈونیشیا سے مراکش تک کوئی حکمران ٹولہ ایسا نہیں ہے جو داعیانِ حق پر مصائب کے پہاڑ نہ توڑ رہا ہو اور جو نفاذِ شریعت کی راہ میں سنگِ گراں کی طرح حائل نہ ہو۔ اس سے بھی بڑا المیہ یہ ہے کہ ان ممالک میں کوئی ایسا نہیں ہے جہاں علماء و مشائخ کا ایک طبقہ حکمران ٹولے کا ساتھ نہ دے رہا ہوں۔ داعیانِ حق چکی کے دو پاٹ کے درمیان پس رہے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی، جو رحمٰن و رحیم ہے، دوسری بڑی رحمت یہ ہے کہ اس نے داعیانِ حق کو توفیقِ استقامت دے رکھی ہے۔ ظلم و ستم کی آندھی انہیں اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتی اور نہ مصائب و آلام کا سیلاب ان کے قدم اکھاڑ نہیں سکتا۔ وہ تھپیڑے کھا کھا کر اپنے قدم آگے بڑھا رہے ہیں۔

عالم اسلام میں بیداری کی لہر چل پڑی ہے جس سے امریکہ سمیت مغربی دنیا سخت پریشان ہے بیداری کی لہر سے مراد یہ نہیں کہ اسلامی حکومتیں اختلافات بھلا کر متحد ہو رہی ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ مسلمان عوام اب بیدار ہو رہے ہیں اور وہ وقت قریب ہے کہ مسلمان عوام اپنے بدکردار اور عیاش حکمرانوں کو اٹھا باہر پھینکیں گے امریکہ اور اس کے حواریوں کو معلوم ہے کہ اگر مسلمان ایک دفعہ بیدار ہو گئے تو پھر ان کو دبانا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہوگا چنانچہ ان کی آرزو اور کوشش یہی ہے کہ مسلمان خوابِ غفلت میں ہی پڑے رہیں اور بیدار نہ ہونے پائیں مگر اللہ کو کچھ اور ہی منظور ہے سوویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد اس کے زیرِ قبضہ مسلمان ریاستوں کی آزادی اور مسلمانوں کو اپنے آپ کو پہچان لینے سے مسلمانوں کی قوت میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے جس کی ایک جھلک تاجک رہنما سید عبداللہ نوری کے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے طلبہ سے خطاب میں دیکھی جا سکتی ہے۔

آج مسلمان ملکوں میں گمراہی کی ہر آواز بلند ہو سکتی ہے، اس پر کوئی پابندی نہیں ہے، بلکہ حکمرانوں کی طرف سے اس کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ لیکن ہدایت اور دعوتِ حق کی آواز بلند نہیں کی جا سکتی۔ اس کو دبانے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔ ان مسلمان ملکوں میں ہر طرح کی برائی، خواہ اس کا تعلق عقیدے سے ہو یا عمل سے، فروغ پا رہی ہے اور فروغ پا سکتی ہے۔ لیکن اصلاح کا راستہ روکنے کی سعی بلیغ جاری ہے۔ اس صورتِ حال پر حیرت کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ ہر ملک کا حکمران ٹولہ سیکولر اسلام کا قائل ہے وہ مغربی تہذیب و تمدن کا پروردہ اور دلدادہ ہے۔ وہ اسلام کو عیسائیت کی طرح ایک مذہب سمجھتا ہے یا بنا دینا چاہتا ہے۔ جس طرح اس وقت عیسائیت چرچ میں بند ہے اسی طرح اسلام کو مسجد میں بند رکھنا چاہتا ہے۔

امریکی وزیر خارجہ وارن کرسٹوفر نے کہا ہے کہ عالمی سطح پر راسخ العقیدہ مسلمان تنظیموں کو فنڈز مہیا کرنے پر پابندی عائد کی جائے حکومتی اور نجی سطح پر ان تنظیموں کو فنڈز مہیا کرنے والے تمام ذرائع بند کرنے چاہئیں۔
(روزنامہ جنگ کراچی، ۲۰ر اکتوبر ۹۴ء)

امریکی رسالے اکانومسٹ کی ایک رپورٹ کے مطابق علماء سے عوام کا "دینی تعلق" ایک ایسا ہتھیار ہے جس کا توڑ مغرب کے شاطروں کو پریشان کئے ہوئے ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر کی آڑ میں امریکہ اس تعلق کو کاٹ ڈالنے کے لیے اپنے تمام وسائل بروئے کار لارہا ہے اور مسلمان ملکوں میں قائم اپنی زیر اثر حکومتوں کو ہر جائز و ناجائز طریقے اختیار کر کے اس "دینی تعلق" کو ختم کر ڈالنے پر مجبور کیا جا رہا ہے تحریص و ترغیب اور ترہیب و طاقت کے ہر حربے سے "عوام اور علماء" کے دینی تعلق کو ملیامیٹ کئے بغیر امریکہ کو اپنے نئے عالمی نظام کے مطلوبہ مقاصد اور نتائج حاصل کرنا حد درجہ دشوار نظر آرہا ہے۔

اس کی تازہ ترین مثال روزنامہ جنگ ۲۲ اکتوبر ۱۹۹۴ء کی یہ خبر ہے کہ مراکش کے دار الحکومت رباط میں اہم مسلم ممالک کے وزرائے مذہبی امور کی دو روزہ کانفرنس کے شرکاء نے ایک قرارداد کے ذریعہ مذہبی جنونیت اور کٹرپن کی مخالفت کی ہے اور اسلامی ممالک پر زور دیا ہے کہ وہ اسلامی ثقافت کو فروغ دیں اور اسلام کی حقیقی تعلیمات کو پھیلائیں۔

مذہبی جنونیت اور کٹرپن کے عنوان سے مسلم ممالک میں دینی بیداری اور اسلامی نظام کے نفاذ کی تحریکوں کو ہدف تنقید بنایا جا رہا ہے مسلم ممالک کی کٹھ پتلی حکومتیں اس مشن میں مغربی آقایان ولی نعمت کی سو فی صد ہمنوا اور راہی کے مشن کی علمبردار ہیں۔ کمیونزم کے زوال کے بعد اب مغربی دنیا کو اپنا سب سے بڑا مہیب اور خطرناک مدمقابل اور کسی وقت ان کو تاراج کر دینے والی ایک ہی قوت "دین اسلام" نظر آتا ہے۔ جہاں تک اسلامی ممالک میں بیداری اور نفاذِ شریعت کی جدوجہد کرنے والی دینی تحریکات کی وسعتیں اور انقلابی اثرات کی بات ہے بحمداللہ وہ کامیاب اور اس کے نتائج و ثمرات عیاں و بیاں ہیں تاہم اسلامی ممالک میں اس نوعیت کی جدوجہد کرنے والوں کو خود وہاں کے نام نہاد مسلمان حکمرانوں کی مخالفت کا سامنا ہے اور وہ ان کے ریاستی جبر و تشدد کا نشانہ بنی ہوئی ہیں ملاکنڈ میں نفاذِ شریعت کی جدوجہد کرنے والے اس کی تازہ ترین مثال ہیں بی بی سی لندن، واشنگٹن، ماسکو اور تمام مغربی لابی انہیں نفاذِ شریعت کے حامی تشدد پسند اور بنیاد پرست کے القابات سے یاد کرتے رہیں جب کہ حکومت نے ان کی مصالحت کی تمام تر کوششوں کو بالائے طاق رکھ دیا اور دینی کارکنوں پر زمین تنگ کر دی گئی تب وہ احتجاجی تحریک پر مجبور ہوئے

پھر جن ملکوں میں دینی قوموں نے مروجہ جمہوریت اور انتخابات کا راستہ اختیار کیا اور کامیاب ہوئے انہیں کب کام کرنے کا موقع دیا گیا ؛ بلکہ عوام کے جمہوری فیصلے کو الجزائر میں دنیا نے کائنات کے شدید ترین اور ظالمانہ تشدد کے ذریعہ مسترد کر دیا گیا۔ اسی طرح ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان میں دین اسلام کے غلبہ و نفاذ کی پرامن اور عظیم تاریخی تحریک نفاذِ شریعت بل کو سیاسی مکر و فریب اور لیت و لعل سے ڈائنا میٹ کر دیا گیا مسلمانوں کے دیرینہ اور اکثریتی مطالبے کو مسترد کر کے لیپا پوتی کے لیے سرکاری شریعت بل سامنے لایا گیا تو ملاکنڈ اور باجوڑ وغیرہ میں نفاذِ شریعت کی حالیہ تحریک حکومت کے اسی ریاستی جبر اور ناروا طرزِ عمل کا فطری کا ردِ عمل ہے جسے کسی طرح بھی دبائے رکھنا، پورے ملک کو آتش فشاں بنانا ہے ؎

ٹمٹماتے ہوئے مٹی کے دیے پہ نہ ہنسو
یہ بھڑک کر نہ کہیں آتش کا شانہ بنے

مشرق سے لے کر مغرب تک ہر طرف سامراجی قوتیں اکٹھی ہیں اور اس بات پر متفق ہیں کہ احیاء اسلام، جہادِ اسلامی، اور نفاذِ شریعت کی تحریک کو سر نہ اُٹھانے دیں ان باتوں کا تحریری ریکارڈ بارہا الحق کے صفحات میں ناظرین کے سامنے لایا جاتا رہا ہے بالخصوص مانچسٹر سے الحق کے خصوصی وقائع نگار معروف سکالر مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی ہر ماہ اس موضوع پر جدید سے جدید دستاویزی ثبوت قارئین کو مہیا کر رہے ہیں عالمی قوتوں کا جو کچھ عملی رویہ ہے وہ ہر شخص کے سامنے ہے مصر میں شام میں، الجزائر میں، بھارت میں، کشمیر میں بنگلہ دیش (اس سلسلہ میں تازہ ترین صورت حال کا ایک مضمون بھی شریک اشاعت ہے) افغانستان میں، وسطی ایشیاء کی نو آزاد مسلم ریاستوں بالخصوص تاجکستان میں، انڈونیشیا میں بوسنیا میں الغرض ہر جگہ دیکھ لیجئے سامراجی قوتوں یہودی ساہوکاروں اور امریکی پجاریوں نے ایسی سکیم بنائی ہے کہ خود مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہی مسلمان قوتوں کو کچلوا دیں مسلمانوں ہی کو سیکولرازم کا علمبردار بنائیں اور مسلمانوں ہی کے ذریعہ سے ان مسلمانوں کو جو اسلام کا احیاء چاہتے ہیں کچلوا دیں وہ دینی تنظیمیں ہوں، مذہبی جماعتیں ہوں، دینی مدارس ہوں وہ ملکی سطح پر نفاذِ شریعت کی جدوجہد کرنے والی بڑی جماعتیں ہوں یا علاقائی سطح پر نفاذِ شریعت کے علمبردار ہوں ان سب کے خلاف محاذ آراستہ ہیں۔

یہ اتنی بڑی کشمکش ہے کہ ہمارے اپنے ملکوں میں ہمارے اندر بیرونی قوتوں، امریکی پجاریوں، یہودی لابیوں کے ایجنٹ لادینیت کے داعی اور مبلغ بڑی مستعدی سے کام کر رہے ہیں اخباروں میں

لکھ رہے ہیں تمام ذرائع ابلاغ پر چھائے ہوئے ہیں ہر طرف سے ان کی آواز آتی ہے ان کے خیالات آتے ہیں صرف ملاکنڈ میں تحریک نفاذ شریعت کے سلسلہ میں ریڈیو پاکستان، پی ٹی وی سمیت عالمی نشریاتی اداروں کا سلسلہ نشریات دیکھ لیجئے زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ جناب آفتاب احمد خان شیر پاؤ کے انٹرویوز اور اتہامات اور خلافِ حقیقت بیانات آپ کے سامنے ہیں کتنے ذمہ دار آدمی اور کس قدر متعفن اور لادینیت کی سڑاند سے بھرپور بے سروپا کذب بیانی ...... کہ توبہ ہی بھلی۔
اسے نفاذِ شریعت کی جدوجہد کو آخر کس طرح بغاوت قرار دیا جا سکتا ہے؟ جب کہ یہ ملک سے علیحدگی کی کوئی تحریک نہیں، اس کا بنیادی مطالبہ شریعت کا نفاذ آئین کی روح اور نظریاتی اساس کے قطعاً مطابق ہے یہ بزورِ طاقت حکومت کا تختہ الٹنے کی تحریک بھی نہیں بلکہ وہ تو ملکی آئین کا مکمل اتباع کرنا چاہتے ہیں اور تحریک چلا کر آئین پاکستان کے مقاصد کو آگے بڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں مگر اس کے باوجود ان پر گولی چلائی گئی دسیوں افراد شہید کر دیئے گئے سینکڑوں لاپتہ ہیں اور ابھی تک ان پر آگ برسائی جا رہی ہے۔

صرف یہ نہیں بلکہ آپ کے ملک میں گزشتہ ماہ اسلام آباد میں کیا کچھ نہیں ہوا حکمرانوں کے بعد اداکاروں فن کاروں گلوکاروں، ایکٹروں، کرکٹروں (صنفِ نازک، ان میں بھی لیڈیز فسٹ کے اصول پر اہمیت رکھتی ہے) کہ تصویروں، رسوائے عالم پروگراموں اور ان کے انٹرویوز اور خبروں کا ایک سیلاب ہے جس میں نونہالانِ قوم کے دل و دماغ متاثر اور غرق ہو رہے ہیں مدعائے اعداء یہ ہے کہ یہ طبقے معاشرے کی صفِ اول میں رہیں اور اہلِ دین، نفاذِ شریعت کے مخلصین اور اہلِ شرافت اور علمی و دینی اور اسلامی خدمات انجام دینے والے عناصر صفِ آخر میں پھینک دیئے جائیں۔

سینٹ، قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ بھی آپ کے سامنے ہے وزراء و عمائدین کی زبان میں یہی چیز چھلک رہی ہے دوسری طرف ملک میں سیاست کی وہ شطرنج بچھی ہوئی ہے کہ ساری بازی بادشاہ اور وزیر کے لیے ہو رہی ہے اور پیادے بے چارے دونوں طرف مارے جاتے ہیں گذشتہ کئی سالوں سے کئی شاہ اور وزیر جیتتے ہیں اور پھر بدلتے ہیں کبھی ایک جیت جاتا ہے کبھی دوسرا جیت جاتا ہے شاہ اور وزیر سلامت ہیں باقی پیادوں کی خیر نہیں بلکہ اب تو انہیں کچل دیا گیا ہے۔

باقی رہی معیشت اور معاشرت تو اس کا یہ عالم ہے کہ یہاں جاگیرداری اور وڈیرہ ازم اور ان کے ساتھ بیوروکریسی ان قوتوں نے مل کر ایک ایسا گٹھ جوڑ بنایا ہے جس گٹھ جوڑ کے قابو میں سارا ملک آ گیا ہے تمام ملک کو امریکی کمپنیوں پر فروخت کر دیا گیا ہے ڈالروں کے سیلاب کی نوید سنا کر

مستقبل کی کی تباہ کاریوں کی منصوبہ بندی پر دستخط کر دیئے گئے ہیں مظالم کی متنوع چکیاں جو پہلے سے چل رہی تھیں اب ایک اور ایسی بڑی چکی چلائی جا رہی ہے جس میں محنت کش عوام، غریب لوگ اور دینی قوتوں کو ایسے پیس دیے جانے کا پروگرام ہے (جس کا ایک نمونہ ملاکنڈ اور باجوڑ ایجنسی میں حکومت ی سفاکانہ کاروائی ہے) کہ آئندہ کوئی دین اسلام یا آزاد معیشت کا نام بھی نہ لے سکے ؎

نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری

عبرت کا ایک اور پہلو اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ جب کسی ملک پر حملہ ہوتا ہے تو سب پس کے اختلافات کو ثانوی حیثیت دے کر، جارحیت کا مقابلہ کرتے ہیں یہاں ایک ملت، ایک ست، دینداروں کی ایک مجاہد جماعت اور کارکنان نظام شریعت، ایک بدترین جارحیت سنگدلانہ بہیمیت اور مکروہ یلغار کی زد میں ہیں اور کون آنکھیں رکھنے والا ایسا ہے جسے دین و بسان، اخلاقی اقدار، اور نفاذِ شریعت کی جدوجہد پر یہ ہمہ پہلو حملہ نظر نہیں آ رہا ——— ن کیا عالم ہے ذہن اور ذہنیت کا؟ عراق کے لیے مجاہدین بھیجنے کا اعلان کیا جا سکتا ہے، ن کے نذرانے پیش جا سکتے ہیں بوسنیا میں اپنے جماعتی کارکن بھیجنے کی پیش کش جا سکتی ہے۔ اد افغانستان میں انگلی کٹا کے شہیدوں میں نام لکھوانے میں سب ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ے بڑھتے رہے جہاد کشمیر کا تمام کریڈٹ اپنے سر باندھنے کو ذریعہ افتخار سمجھا جا سکتا ہے تو آزاد ی ایشیائی ریاستوں میں دینی اور جہادی تحریکوں کے بڑھکیں ماری جا سکتی ہیں جلسوں، ریلیوں، خطابات میں امریکہ سے لڑ بھڑنے اور اس کو ایک پھونک سے تاراج کر دینے کے مژدے سنا را پنی خود ساختہ عظمتوں کے تخیل سے جھوٹے جا رہے ہیں ——— اور اب ملاکنڈ اور باجوڑ نفاذِ شریعت کی تحریک کے اس موقعہ کو بھی غنیمت سمجھا گیا ہے اور مجاہدین کی معاونت و ت اور دشمن کی مزاحمت کرنے کی بجائے جارح حملہ آور کے موقف، کو تقویت پہنچاتے اہیں تلاشش کی جا رہی ہیں دشمن کھنکار کر کہہ رہا ہے ؎

بوئے خون آتی ہے اس قوم کے افسانوں سے

یہاں سے بھی یہی جواب دیا جاتا ہے کہ جی ہاں! ہم بھی یہی محسوس کرتے ہیں۔

بظاہر پاکستان سمیت تمام مسلمان ملکوں کی یہ ایک تاریک تصویر ہے لیکن فی الواقع یہ اتنی

تاریک نہیں ہے جتنی نظر آتی ہے اسی تاریکی میں جگہ جگہ چراغ جل رہے ہیں اور پوری توقع ہے کہ انشاء اللہ یہی چراغ آفتاب بن جائیں گے یہ زحمتیں اور مزاحمتیں آزمائشی ہیں جس دن داعیانِ حق اس آزمائش میں کھرے ثابت ہوجائیں گے اور آزمائش کی مدت پوری ہوجائے گی اللہ کی مدد آجائے گی اور متیٰ نصراللہ کے جواب میں الا ان نصر اللہ قریب کا کلمہ جان نواز داعیان حق کے کانوں میں رس گھول رہا ہوگا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔

مولانا سعید الرحمٰن علوی کا سانحہ ارتحال

حضرت مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی بھی بروز جمعرات صبح ساڑھے چھ بجے اچانک حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم مجلس احرار اسلام اور جمعیۃ علماء اسلام کے بزرگ راہنما حضرت مولانا محمد رمضان علویؒ کے فرزند تھے نصرۃ العلوم میں دورۂ حدیث کے بعد ہفت روزہ خدام الدین سے وابستہ ہوئے حضرت مولانا عبیداللہ انور مرحوم کی نگاہِ مردم شناس نے انہیں پہچان لیا اور ایک طویل عرصہ تک ان کی سرپرستی میں خدام الدین کی ترتیب و اشاعت اور ادارتی تحریروں کی ذمہ داری باحسن وجوہ سرانجام دیتے رہے، جمعیۃ علماء اسلام کے آرگن ہفت روزہ ترجمان اسلام سے وابستگی نے انہیں جمعیۃ کے حلقوں میں علمی و فکری کام کا موقع مہیا کیا ملک بھر کے دینی جرائد اور اخبارات کے علاوہ ماہنامہ الحق میں گاہے گاہے ان کے وقیع مضامین چھپتے تھے بالخصوص حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت مدنیؒ کے درمیان نسبت تلمذ و خلافت کے عنوان سے جو مضمون چھپا تھا وہ ان کی یادگار تحریر ہے ان کا آخری مضمون قرآن مجید اور اس کے تراجم کے عنوان سے الحق اکتوبر ۱۹۹۴ء میں چھپ چکا تھا انہیں پرچہ ابھی موصول نہ ہونے پایا تھا کہ موصوف راہی آخرت ہوگئے۔ مرحوم حساس اور مضطرب دل کے مالک تھے اپنے احساس و اضطراب کا اظہار دوٹوک انداز میں کر دیا کرتے تھے انہوں نے ملک میں متعدد دینی اور سیاسی تحریکات میں حصہ لیا اور جمعیۃ علماء اسلام میں بھی ان کا ایک خاص مقام تھا جامعہ دارالعلوم حقانیہ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ مولانا سمیع الحق، ماہنامہ الحق اور موتمر المصنفین و ادارۃ العلم والتحقیق کی مطبوعات سے ان کی دلچسپیاں، محبت، عقیدت، تعلق خاطر اور جذبات و کیفیات کیا تھے اس کے لیے ان کی عظیم تاریخی اور رایام علالت کی طویل ترین تصنیفی تحریر بعنوان "حقانی کتابیں"، شاہد عدل ہے اس کتاب سے موصوف کی دریا دلی، علم پروری، اصاغر نوازی، دینی درد، علمی ذوق جذبۂ جہاد، دینی حمیت، چھلک چھلک کر ابھرتی اور نمایاں ہوتی ہے۔ جو ادارۃ العلم والتحقیق کی طرف سے منظر عام پر آگئی ہے۔

ادارہ مرحوم کے خاندان و برادران مولانا عزیز الرحمٰن خورشید، حافظ عبدالرحمٰن، حافظ عتیق الرحمٰن اور ان کی اولاد کے ساتھ غم میں برابر کا شریک ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ اپنی رحمتوں سے نوازے۔

(عبدالقیوم حقانی)

ضبط : مولانا عبدالقیوم حقانی

نظام اکل وشرب میں شریعت کی رہنمائی

امام ترمذیؒ کی جامع السنن کے کتاب الاطعمہ کے احادیث کی روشنی میں

ٹڈی کے اقسام، قرآن وحدیث میں ان کا تذکرہ و احکام، جلالہ حیوان کے گوشت اور دودھ کے استعمال کا شرعی حکم

باب ما جاء فی اکل الجراد

عن عبد اللہ بن ابی اوفیٰ انہ سئل عن الجراد فقال غزوت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ست غزوات ناکل الجراد۔

حضرت عبداللہ بن اوفیٰ رضہ سے ٹڈی کے متعلق پوچھا گیا کہ آیا وہ حلال ہے یا حرام؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چھ غزوے کئے ہیں ہم ان غزوں میں ٹڈی کھاتے تھے باب کی دوسری روایت میں سات غزووں کا ذکر آیا ہے اور بعض میں مطلق غزوات کا۔

ٹڈی کھانے کا شرعی حکم اس باب کی غرض انعقاد الجراد یعنی ٹڈی کے کھانے کا جواز بیان کرنا ہے واحد کے لیے جرادۃ استعمال ہوتا ہے جرادۃ کا اطلاق مونث اور مذکر دونوں پر ہوتا ہے اس میں تا تانیث کے لیے نہیں بلکہ وحدت کی ہے جس طرح نملۃ اور حمامۃ کا استعمال ہوتا ہے بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ جردٌ سے مشتق ہے جرد کے معنی روشن بہترین چمکدار اور بوسیدہ وبیکار کے بھی آتے ہیں تاہم اصطلاح میں مادہ ٹڈی جب کالے رنگ کی ہو جائے تو اس وقت اس پر جرادۃ کا اطلاق ہوگا ورنہ جب یہ پیدا ہوتی ہے تو اس کا نام الدبی ہوتا ہے جب کچھ بڑی ہو جاتی ہے اور پر نکل آتے ہیں تو اس کو غوغا کہتے ہیں۔

ٹڈیوں کے اقسام ٹڈی کی بھی دسیوں اور بیسیوں اقسام ہیں مگر دو اس میں زیادہ مشہور ہیں بری ٹڈی اور

بحری ٹڈی۔ پھر ان کے رنگ بھی مختلف ہوتے ہیں بڑی بھی ہوتی ہیں اور چھوٹی بھی سرخ رنگ والی بھی ہوتی ہیں بعض کا رنگ زرد ہوتا ہے اور بعض سفید رنگ والی ہوتی ہیں۔
باب ہذا میں بیان صرف بری ٹڈی کا کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں ٹڈیوں کی ایک مثال

قرآن مجید میں بھی روز محشر میں انسان کے اٹھنے یا اٹھائے جانے کو جراد یعنی ٹڈیوں سے تشبیہ دی گئی ہے قیامت کے روز جب نفسا نفسی کا عالم ہوگا اور لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور لوگ ابتلاء و مصیبت اور پریشانی و دہشت کی وجہ سے ہر طرف پھیل جائیں گے اس حالت کا قرآن مجید نے یوں نقشہ بیان فرمایا ہے یخرجون من الاجداث کانہم جراد منتشر یعنی جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو وہ ایسے معلوم ہوں گے جیسے الجراد یعنی ٹڈیوں کا لشکر ہے جو ہر طرف پھیلا ہوا ہے۔

ٹڈیوں کی منظم زندگی

ٹڈی ان پرندوں میں سے ہے جو ایک ساتھ پرواز کرتے ہیں ان کا اپنا نظام اور اپنی ڈسپلن ہوتی ہے ایک منظم لشکر کی طرح ایک ساتھ پرواز کرتی ہیں سب اپنے آقا یا امیر لشکر کی مطیع و فرمانبردار ہوتی ہیں جب امیر پرواز کرتا ہے تو یہ سب محو پرواز ہوتی ہیں امیر قیام کرے تو سب اتر جاتی ہیں۔

ٹڈیوں کا لعاب نباتات کے لیے زہر اور سم قاتل ہے جب وہ کسی پودے پر پڑ جائے تو وہ خشک ہو جاتا ہے یہ جس کھیت میں پہنچتی ہیں اس کو تباہ کر دیتی ہیں۔

احادیث میں ٹڈیوں کا ذکر

ایک حدیث میں ٹڈیوں کو اکثر جنود اللہ یعنی پرندوں میں سب سے بڑا لشکر قرار دیا گیا ہے یہ لشکر اس لیے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم یا کسی جماعت سے ناراض ہوتے ہیں اور غضب ہوتا ہے تو ان پر ٹڈیوں کے لشکر کے لشکر بھیج دیتے ہیں تاکہ وہ اس قوم کے کھیتوں، فصلوں، میووں اور اناج کو کھا جائیں جس سے ان میں قحط پھیل جاتا ہے سابقہ زمانوں میں جب ٹڈیوں نے فصلوں اور اناج کو چاٹ کر تباہی مچائی تو وہاں ایسا قحط آیا کہ انسان انسان کو کھانے لگا امام نودی رحمہ نے جراد کے کھانے کی حلت پر اجماع نقل کیا ہے

احادیث میں بھی مختلف حیثیتوں سے ٹڈیوں کا ذکر ملتا ہے مثلاً بخاری کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ایوب علیہ السلام برہنہ غسل فرما رہے تھے آپ پر حق تعالیٰ نے سونے کی ٹڈی کی بارش فرمائی آپؑ ان کو اپنے دامن میں سمیٹنے لگے تو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کیا ہم نے تم کو ان سے بے نیاز نہیں کر دیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں! لیکن برکت سے تو بے نیاز نہیں ہوں علامہ دمیری نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ

نے ایک ہزار مخلوق کو پیدا فرمایا ہے جن میں سے چھ سو دریا میں رہتی ہیں اور چار سو خشکی میں، جب حق تعالیٰ مخلوق کو فنا کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو سب سے پہلے ٹڈیاں فنا کی جائیں گی پھر اس کے بعد یکے بعد دیگرے دیگر مخلوقات، امام دمیری نے ابن ہبیرہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اکثر ٹڈی کا گوشت اور پھلوں کا گودہ استعمال فرمایا کرتے تھے اور اپنے آپ سے خطاب کرکے فرماتے کہ اے یحییٰ! تو کس قدر خوش نصیب ہے کہ تو اکثر ٹڈی کا گوشت اور پھلوں کا گودا کھاتا ہے۔

ایک دلچسپ لطیفہ امام اصمعیؒ کی روایت ہے کہ جب وہ ایک دیہات میں پہنچے تو دیکھا کہ کسان گیہوں کی کاشت کر رہا ہے اور گیہوں کی بالیں ہوا میں لہرا رہی ہیں اچانک ٹڈی دل آیا تو یہ شخص ٹڈی کے آنے کی وجہ سے کافی پریشان ہوگیا اور جب اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے تو اس نے یہ شعر پڑھنے شروع کر دیئے۔

مرّ الجراد علی زرعی فقلت لہ   لا تاکلن ولا تشتغل بافساد

نقام منھم خطیب فوق سنبلۃ   انا علی سفرٍ لا بد من زاد

ٹڈیاں میری کھیتوں میں آئیں تو میں ان سے کہنے لگا کہ ان کو مت کھاؤ اور میرے لیے فساد و بربادی نہ پیدا کرو تو ایک خوشہ پر بیٹھے ہوئے ان کے خطیب نے جواباً کہا ہم سفر میں ہیں اور سفر میں توشہ ضروری ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جسے حضرت ابن عمرؓ نے روایت کیا ہے۔

اُحِلَّتْ لَنَا مَیْتَتَانِ وَدَمَانِ الْمَیْتَتَانِ	ہمارے لئے دو بغیر ذبح کے مری ہوئی چیزیں اور
الْحُوْتُ وَالْجَرَادُ وَالدَّمَانِ	دو خون حلال ہیں بغیر ذبح کے مری ہوئی دو
الْکَبِدُ وَالطِّحَالُ۔	چیزیں مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون کلیجی
(احمد ابن ماجہ دارقطنی)	اور تلی ہیں (کہ یہ دونوں اصل میں بستہ خون ہیں
	نہ کہ گوشت۔

ے ہوئے جانور جو شرعی طریقہ سے ذبح نہ ہوں تب بھی وہ امت کے لیے حلال ہیں ایک السمک یعنی مچھلی جو بحری جانور ہے دوسرا الجراد یعنی ٹڈی جو ذبح کئے بغیر مسلمان کھا سکتے ہیں اس پر تمام ائمہ مسالک کا اتفاق ہے کہ ٹڈی حلال ہے ں کا گوشت مباح ہے اور اس کا کھانا جائز ہے خواہ وہ خود مرگئی ہو یا اس کو ذبح کیا گیا ہو یا شکار کے ذریعہ ری ہو اور شکار بھی عام ہے کسی مسلمان نے کیا ہو یا غیر مسلم نے اور نہ خواہ اس سے کچھ کاٹا جائے یا نہیں، وہ بہر حال حلال ہے البتہ امام احمد بن حنبل کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر ٹھنڈک کی شدت سے وہ حلال ہوئی ہے تو اس کا گوشت نہیں کھایا جائے گا اور امام مالکؒ کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ٹڈی کے سر کو جدا کر دیا گیا تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

حضورؐ سے ٹڈی کھانا ثابت نہیں

اب یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی دسترخوان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھائی ہوں البتہ یہ ثابت ہے کہ آپؐ کے قافلہ جہاد میں جانے والے رفقا ٹڈیاں کھاتے تھے اور یہ بات آپؐ کے علم میں تھی البتہ ایک روایت میں معیت کی تصریح ہے کہ حضورؐ نے ہمارے ساتھ کھائے یا ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھاتے تھے کنا ناکل معه الجراد (متفق علیہ) مگر یہ لفظ معه نہ تو مسلم کی اصل روایت میں ہے اور نہ جامع ترمذی میں، بلکہ اس حدیث کو جن جن محدثین نے نقل کیا ہے ان میں سے اکثر کی روایت اس لفظ سے خالی ہے تاہم جن محدثین نے اپنی روایات میں یہ لفظ "معه"، نقل کیا ہے وہ بھی مراد اس کی یہ لیتے ہیں کہ ہم حضورؐ کے ہمراہ رہتے ہوئے ٹڈی کھاتے تھے اور آپؐ ہمیں اس سے منع نہیں فرماتے تھے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اور حضورؐ ساتھ ٹڈی کھاتے تھے شارحین حدیث نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ تاویل اگرچہ حدیث میں منقول الفاظ کے ظاہری مفہوم کے خلاف ہے مگر یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ یہ قطعاً ثابت ہے کہ حضورؐ نے ٹڈی نہیں کھائی ہے بلکہ ایک روایت میں تو یہ بھی آیا ہے کہ سئل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الجراد فقال اکثر جنود اللہ لا اکلہ ولا احرمہ (ابوداؤد) (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹڈی کے (کھانے اور اس کی حقیقت) کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا ٹڈیاں پرندوں میں سب سے بڑا لشکر ہے نہ تو میں اس کو کھاتا ہوں اور نہ شرعاً اس کو حرام قرار دیتا ہوں۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ائمہ متبوعین کہتے ہیں کہ باب کی اس روایت سے تقریراً گویا ٹڈی کا کھانا ثابت ہو جاتا ہے مگر یہ ثبوت قولاً اور فعلاً نہیں غزوت حال کوئی مصاحبات غزوات ناکل الجراد جب کچھ نہ ملتا تو ہم ٹڈی بھی کھاتے تھے۔

بعض الفاظ حدیث کی تشریح

هکذا روی سفیان یعنی سفیان بن عیینہ بھی یعفور سے اس روایت کو نقل کرتے ہیں اس جانب اشارہ ہے کہ اس سے قبل جو سند میں سفیان کا ذکر آیا ہے وہ سفیان ثوری ہے سفیان بن عیینہ نہیں ہے سفیان ثوری کی روایت میں ست (چھ) غزوات کا ذکر ہے اور سفیان بن عیینہ کی روایت میں سبع (سات) غزوات کا ذکر آیا ہے۔

ایک اشکال اور اس کا حل

سبع غزوات: اشکال پہلی روایت میں چھ اور اس روایت میں سات غزوات کا ذکر ہے جو بظاہر تعارض یا تناقض ہے جواب ظاہر ہے کہ رواۃ کا مقصد عدد کی تنصیص اور تحدید نہیں بلکہ تکثیر ہے کیونکہ تیسری روایت حضرت شعبہ کی ہے جس میں مطلقاً غزوات کا لفظ آیا ہے۔

نیز تنصیص بالعدد سے نفی ماعدا لازم نہیں آتی۔ لہٰذا جس روایت میں چھ کا ذکر ہے اس سے سات کی نفی اور جس میں سات کا ذکر ہے اس سے چھ کی نفی لازم نہیں آتی۔

(۲) بعض حضرات نے یہ توجیہ بھی کی ہے کہ بڑے غزوات کی تعداد چھ تھی اور ساتواں گویا ستر یہ تھا دوسری روایت میں اس کو گن گیا تو سات کی تعداد بتائی گئی پہلی روایت میں اس کو ملحوظ نہیں رکھا گیا تو چھ بتائی۔

باب ما جاء فی اکل لحوم الجلالۃ والبانہا

عن ابن عمر قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن اكل الجلالة

والبانها عن ابن عباس رضی ان النبی صلى الله عليه وسلم نهى عن المجثمة

وعن لبن الجلالة وعن الشرب من فی السقاء

حضرت ابن عمر رضی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مینگنی گوبر وغیرہ نجاست کھانیوالے جانوروں کے گوشت کھانے اور دودھ پینے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جانور سے جس کو باندھ کر تیر مارا جائے اور مینگنی گوبر وغیرہ نجاست کھانے والا جانور کا دودھ پینے سے اور مشک سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔

جلالہ کا لغوی معنی اور توضیح جلالہ جلت سے ہے جلہ (بعرۃ) مینگنی کو کہتے ہیں اس کو عذرہ بھی کہتے ہیں اگر مطلق لیا جائے بکری اور اونٹ کے گوبر پر اس کا اطلاق آتا ہے تاہم محدثین نے اس میں فرق بھی کیا ہے عذرہ انسان کے بعیر، بعر، بعیر (اونٹ کے گوبر کو کہتے ہیں بہر حال یہ مختلف قسم کے قاذورات (جلہ، بعرہ، عذرہ، قاذورہ) کے نام ہیں ابن حزم کہتے ہیں کہ جلالہ صرف چوپاؤں کے گوبر کے ساتھ خاص ہے مگر صحیح اور معروف یہ ہے کہ اس میں تعمیم ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے اگر حیوان کا اکثر چارہ نجاست ہو تو وہ جلالہ ہے اور اگر چارے کا اکثر حصہ طاہر ہے وہ حیوان جلالہ کے حکم میں نہیں آتا امام نووی نے اسی کی تصحیح کی ہے مگر ان سے ایک روایت یہ بھی منقول ہے کہ کسی حیوان پر جلالہ کا حکم کثرت اور قلت چارہ کی بنا پر نہیں لگایا جائے گا بلکہ رائحہ یعنی بو کا اعتبار کریں گے اگر اس کے گوشت سے پکائے جانے والے سالن، گوشت اور رنگ میں تغیر آجاتا ہے اور اس سے بدبو جاتی ہے تو وہ جلالہ ہے ورنہ نہیں۔

جلالہ کے مصداق میں تعمیم ہے بہر حال الجلالۃ اس حیوان کو کہتے ہیں الذی یاکل الجلالۃ جو گندگی کھاتا ہے جلالۃ میں تا تانیث کے لیے نہیں بلکہ مبالغہ کے لیے ہے کہ گائے بکری یا اونٹنی ہو تو کہا جاتا ہے ابل جلالۃ، بقر جلالۃ لفظ واحد جمع پر بھی دلالت کرتا ہے وسواء فی الجلالۃ البقر والغنم والابل وغیرھا کالدجاج۔

جس طرح علامۃ میں تائے مبالغہ ہے اگر مرد ہو تو کہتے ہیں رجل علامۃ اور عورت ہو تو کہتے ہیں امرأۃ علامۃ جیسے عربی میں کہتے ہیں الدابۃ الکبیر، یہاں پر تائے تانیث نہیں بلکہ مبالغہ کی تا ہے، یہاں بھی الجلالۃ سے مراد وہ حیوان ہے جو زیادہ تر کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں، قاذورات اور گندگی و نجاسات میں منہ مارتا پھرے خواہ وہ مرغی ہو گائے بھینس ہو بکری اونٹنی ہو سب ہو سکتے ہیں۔

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکل الجلالۃ والبانہا (یعنی ان کے گوشت اور دودھ کا حکم ایک جیسا ہے ایسا حیوان جلالۃ کا مصداق تب بنے گا جب اس کے پسینے سے بھی بو آئے اور دودھ سے بھی تو ایسے حیوان کے گوشت کا جو جلالہ کا مصداق ہو کھانا اور اس کا دودھ پینا جائز ہے یا نہیں

حرمت کی دو قسمیں

مگر یاد رہے یہ احکام اس حیوان کے بارے میں ہیں جو ذاتاً یعنی فی نفسہ تو حلال ہیں مگر لغیرہ ان کا حکم بدل جاتا ہے حرمت کی دو قسمیں ہیں ایک محرم لذاتہ اور دوسرا محرم لغیرہ، خنزیر، کتا وغیرہ محرم لذاتہ ہیں ان میں اخلاقی برائیاں، بہیمیت اور درندگی اور خلقتاً ایسے مفسدات و مضرات ہیں کہ خدا تعالی نے ان کی حرمت کا حکم دے دیا ہے وہ دھونے اور صاف کرنے سے بھی حلال نہیں ہوتے۔ ایک حیوان ایسا ہے کہ فی نفسہ حلال ہے پاک ہے جلالہ بھی نہیں گندگی بھی نہیں کھاتا بدبو بھی نہیں ہے مگر پھر بھی اس کا کھانا حرام ہے کیونکہ وہ مملوک الغیر ہے کہ محرم لعارض ہے

اسی طرح جلالہ کا حکم ہے کہ حرمت اس میں ذاتی نہیں ہے بلکہ عارض کی وجہ سے ہے اس نے گندگی کھائی ہے نجاست پر پھرتا رہا اس کے وجود، اس کے جسم کے رگ و ریشہ میں گندگی سرایت کر گئی ہے اسی سے غذا بنتی ہے لہذا اس کا کھانا بھی اس وقت تک ممنوع ہے جب تک کہ ماکولہ یعنی کھائی گئی نجاست کے اثرات باقی ہیں تو یہ حرمت لغیرہ ہے اس جانب اشارہ ہے کہ اس کی تطہیر کے طریقے اختیار کر لو۔

جلالہ حیوان کے دودھ اور گوشت کا حکم

لہذا ایسے حیوان کے گوشت کو کھانے کے قابل بنانے اور اس کے گوشت کو استعمال میں لانے کے لیے وہ تمام تدبیریں اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے جس سے نجاست کے اثرات زائل ہوتے ہیں۔

بیان مذاہب

جلالہ کے گوشت کھانے میں ائمہ نے اختلاف کیا ہے امام شافعی احمد بن حنبل اور اصحاب الرائے نے اس کے کھانے کو مکروہ قرار دیا ہے یہ حضرات کہتے ہیں کہ جلالہ حیوان کو نجاسات اور گندگیوں کے اثرات سے پاک کرنے کے لیے چند یوم محبوس کیا جائے اسی دوران اسے پاک چارہ کھلایا جائے ستھرا پانی پلایا جائے جب اس کا گوشت پاک ہو جائے

تو اس کے کھانے میں کوئی قباحت اور کراہت نہیں ہے تاہم بہتر ہے کہ اسے پکانے سے قبل ایک مرتبہ دھو لیا جائے۔

امام حسن بصری کی رائے تھی کہ جلالہ کا گوشت پاک ہے وہ لحوم جلالہ (گوشت) کے کھانے میں کراہت کا حکم نہیں دیتے تھے۔

بہرحال جمہور کا مسلک یہ ہے کہ جلالہ حیوان کے گوشت اور دودھ کو کھانے کے قابل بنانے کے لیے کچھ مدت کے لیے گندگی اور نجاست سے علیحدہ کر دیا جائے ابن رسلان شرح السنہ میں فرماتے ہیں لیس للحبس مدۃ مقدرۃ یعنی جلالہ حیوان کو محبوس کرنے اور نجاست کے کھانے سے بچائے رکھنے کی کوئی مدت متعین نہیں ہے۔

مگر اکثر فقہاء کی رائے یہی ہے کہ جلالہ حیوان کو محبوس کیا جائے اور اس کے لیے زمانہ بھی مقرر ہے۔ مثلاً مرغی کے بارے میں تو صاحبین فرماتے ہیں کہ اس کو تین روز کے لیے بند کر لو تاکہ غلاظتوں اور نجاسات کے کھانے سے اجتناب ہو اس کے بعد اسے ذبح کیا جائے۔ بکری ہے تو سات روز تک اور گائے اور اونٹ کو چالیس روز تک گندگی اور نجاست کے کھانے سے بچایا جائے باندھا جائے اور اس کو پاک اور ستھری غذائیں اور طاہر چارہ مہیا کیا جائے۔

رائے مبتلا بہ کی معتبر ہے

امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جلالہ حیوان کی تطہیر میں بھی مبتلی بہ کی رائے معتبر ہے جب مبتلی بہ کی تسلی ہو گئی کہ یہ چیز اتنے روز تک بندش سے پاک ہو گئی تو اس کے لیے اس کے گوشت اور دودھ کے استعمال میں کراہت باقی نہیں رہی۔

موجودہ دور میں اس کے جدید طریقے بھی آئے ہیں جلاب دیا جاتا ہے ٹیکے لگائے جاتے ہیں نیز اور زود اثر ادویات کھلائی جاتی ہیں معدہ کے صفائی کا انتظام کیا جاتا ہے یہ سب طریقے درست ہیں جب مبتلی بہ کو اس سے اطمینان حاصل ہو جائے تو اس کی کراہت کا حکم باقی نہیں رہتا۔

ابوداؤد کی ایک روایت میں تو یہ بھی آیا ہے کہ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الجلالۃ فی الابل ان یرکب علیھا او یشرب من البانھا اس نہی کی علت شارحین حدیث نے یہ بیان کی ہے کہ سواری کی صورت میں اسے پسینہ آئے گا جو لامحالہ کپڑوں کی تلویث کا باعث بنے گا البتہ جب حبس کی صورت میں تطہیر ہو جائے تو رکوب یعنی سوار ہو جانا بھی مکروہ نہیں ہے۔

مشکیزے گھڑے اور صراحی کو منہ لگا کر پانی پینے کا حکم

وعن الشرب من فی السقاء، مشکیزہ کے منہ پر منہ لگا کر پانی نہیں پینا چاہیے۔

یہی حکم ملکے لوٹے کا بھی ہے گھڑے کا بھی اور صراحی کا بھی ہے اس سے اگرچہ پانی نجس نہیں ہوتا مگر دوسرے لوگوں کی طبیعت میں کراہت آتی ہے اور اگر پینے والے کا منہ پیدائشی آلودہ ہے بیمار ہے بدبودار ہے تو پھر تو بطریق اولیٰ اجتناب چاہیئے آج کل تو پان کھایا جاتا ہے سیگریٹ پیئے جاتے ہیں نسوار منہ میں رکھی جاتی ہے تو لامحالہ یہ چیزیں مشکیزہ کے منہ کو بھی متاثر کریں گی، ملوث اور بدبودار کردیں گے دوسرا اگر اس سے پانی برتن میں بھی لے گا تب بھی اس کے اثرات ظاہر ہوں گے اور یہ ایذا مسلم ہے جو شرعاً حرام ہے۔

دوسرا یہ احتمال بھی ہے کہ مشکیزہ یا گھڑا یا صراحی، وہ تو ایک بڑی چیز ہے اس میں ہوسکتا ہے کہ غفلت سے اس کا منہ نہ ڈھکا گیا ہو اور کوئی موذی حیوان گھس گیا ہو، سانپ، بچھو، بھڑ وغیرہ اور وہ منہ لگا کر پینے والے کو نقصان دے دیں شریعت کے اس حکم میں پینے والے کا بھی فائدہ ہے اور دوسرے لوگوں کا بھی فائدہ ہے۔

باقی وہی مجثمہ حیوان کی بات اور اس کا شرعی حکم اور تفصیلی بحث، تو وہ گذشتہ باب میں تفصیل سے عرض کردی تھی یہاں تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

نسل نو کے عقیدہ اور دین وایمان کی حفاظت

۷؍اکتوبر ۱۹۹۳ء کو انجمن تعلیمات دین ضلع لکھنؤ کے زیر اہتمام مدرسہ مظہر الاسلام بلوچ پورہ شاخ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے وسیع میدان میں منعقدہ ایک روزہ دینی تعلیمی کانفرنس سے خطاب

ام کنتم شہداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیہ ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الٰھک والٰہ آبائک ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق الٰھاً واحدا ونحن لہٗ مسلمون۔

میرے معزز و عزیز بھائیو! دوستو اور حاضرین مجلس! میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی ہے قرآن مجید پڑھنے کی سعادت آپ میں سے اکثر حضرات کو کہنا چاہیئے اور کہنے کا حق ہے آپ سب حضرات کو حاصل ہوتی رہتی ہے اور بہت سے بھائی اس کا ترجمہ بھی دیکھتے رہتے ہیں لیکن بعض مرتبہ جو چیز بار بار نظر سے گذرتی ہے اس کا معاملہ بھی اگر بے ادبی نہ ہو تو کہوں کہ یہی ہے اور دوسرے مشاہدات کا بھی معاملہ یہی ہے کہ جو چیز سامنے بار بار آتی ہے، کتنی دکانوں کے سائن بورڈ ہیں جو ہر وقت نظر سے گذرتے رہتے ہیں اگر پوچھا جائے کہ فلاں بازار سے جس سے آپ روزانہ گذرتے ہیں اور کئی کئی بار گذرتے ہیں اس میں دائیں طرف کی دکان پر ایک سائن بورڈ لگا ہوا ہے وہ کیا ہے؟ تو آپ کہیں گے کہ ہم نے کبھی غور سے پڑھا نہیں یہ اکثر ان چیزوں کے ساتھ پیش آتا ہے جس سے واسطہ پڑتا رہے اور لگا ہیں جس کی عادی ہو جاتی ہے

قرآن مجید کی یہ آیت جو پہلے ہی پارے کی آیت ہے اور اس کا ترجمہ عام طور پر قرآن مجید کے ترجمے میں موجود ہے، خدا کے فضل سے اللہ تعالیٰ ان مترجمین کو جزائے خیر دے وہ ان ترجموں کے ذریعے سے پڑھتے ہیں اور جو براہ راست عربی زبان سے واقف ہیں وہ خود ان کو پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ لیکن بہت کم غور کرنے کی نوبت آئی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس اہتمام کے ساتھ اگر یہ لفظ غیر شایان شان اور بے ادبی کے نہ ہوں تو میں کہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو بیان کرنے کو کیوں ترجیح عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ جس کی شان یہ

ہے کہ جو چیز بھی اس سے نسبت رکھتی ہے وہ ضروری ہے، معنوی ہے مناسب حال ہے، مناسب وقت ہے اور فطرت کا تقاضا ہے اس میں اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جاسکتا ہے اور بہت سے خطروں سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے، بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص غور نہ کرے تو کہے گا کہ ایک پیغمبر کے انتقال کے وقت کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے اس کی قانونی، علمی، تاریخی، تہذیبی اور معنوی طور پر کیا اہمیت ہے لیکن اللہ تعالیٰ جس چیز کا انتخاب فرمائے اور اپنے اس کلام میں جس کو قیامت تک باقی رہنا ہے اور دنیا کے تمام کلمہ گو انسانوں کو ہی نہیں بلکہ جن کو اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ باتوفیق انسان کو پڑھنا ہے، باربار پڑھنا ہے تو اللہ تعالیٰ انہی چیزوں کا ذکر فرمائے گا جن میں غور کرنے کا مواد ہے، غور کرنے کا سامان ہے اور جن میں ہزاروں عبرتیں اور حکمتیں ہیں دنیا میں سبھی دنیا سے جاتے ہیں سب جانیوالے ہیں، جن کی جتنی بھی زندگی ہے بہرحال اس نے دنیا کو الوداع کہنا ہے، پیغمبروں کے لیے بھی یہی ہے۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل: حضورؐ کا نام لے کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمدؐ کون ہیں؟ اللہ کے رسول ہیں قد خلت من قبله الرسل۔ آپ سے پہلے جو پیغمبر تھے وہ دنیا سے چلے گئے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کو بھی ایک مرتبہ دنیا کو الوداع کہنا ہے اور رخصت ہونا ہے اور اس مقام قرب میں جانا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مقدر اور مختص فرمادیا ہے کہ اللہ کے ایک پیغمبر کے انتقال کا ایک واقعہ اس کو قیامت تک کے لیے کیوں دوام اور عمومیت بخشی جارہی ہے۔ اور اس کو قابل توجہ قرار دیا گیا ہے، یہ سوچنے کی بات ہے مگر بہت سی چیزیں جو بہت آسان معلوم ہوتی ہیں اور ان میں کوئی ایسی عقدہ کشائی نہیں ہوتی تو ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے ہم میں سے اکثر لوگوں کا معاملہ بھی یہی ہے کہ ہم نے غور نہیں کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس واقعہ کو کیوں بیان فرمارہا ہے مسلمانوں کو خطاب کرکے قرآن مجید کے پڑھنے والوں کو خطاب کرکے (اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم) ام کنتم شهداء اذ حضر یعقوب الموت کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ کا آخری وقت آیا۔ یہ قرآن مجید کا طریقۂ بیان اور خاص اسلوب ہے جب کسی چیز کو مستحضر کرنا اور اسے آنکھوں کے سامنے لانا چاہتا ہے تاکہ وہ مشاہدہ بن جائے۔ تو اس طرح خطاب فرماتا ہے۔ کہ تم اس وقت تھے جب یعقوبؑ کا آخری وقت آیا، ان کا دم واپسیں تھا۔ اذ قال لبنیه ما تعبدون من بعدی۔ جب کہ انہوں نے اپنے لڑکوں سے کہا کہ تم مجھے یہ بتادو کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے۔ اب یہیں سے آپ سوچئے کہ معاملہ ہے حضرت یعقوبؑ کا اور یعقوبؑ کون ہیں؟ یعقوبؑ ابن اسحٰقؑ ابن ابراہیمؑ نبی کے بیٹے اور نبی کے بھتیجے حضرت اسمٰعیلؑ کے بھتیجے اور حضرت اسحٰقؑ ابن ابراہیمؑ اور ان کے والد نبی ہیں ان کے چچا نبی ہیں ان کے دادا نبی ہیں اور وہ کیسے نبی ہیں۔ ابراہیم خلیل اللہ جن کو اللہ اپنا دوست

کہتا ہے۔ ابراہیم خلیل اللہ کے پوتے ہیں۔ اسمٰعیلؑ جو سیدالانبیاء، سیدالمرسلین خاتم النبیین رسول اللہؐ کے جدِ امجد ہیں ان کے بھتیجے ہیں اور خود پیغمبر ہیں اور خود پیغمبر کے باپ بھی ہیں اور پیغمبر کی اولاد بھی ہیں، یوسفؑ خدا کے پیغمبر ہیں ان کے صاحبزادے ہیں، کیا ماحول ہے اس گھر کا۔ اس کا آپ ذرا خیال کیجئے کسی عالم کے کسی شیخ وقت، کسی مصلح یہاں تک کہ کسی واعظ کے کسی پڑھے لکھے مسلمان کے متعلق بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ وہ اپنے انتقال کے وقت یہ بات پوچھے گا، اللہ تعالیٰ کا نام ان کو سکھلایا گیا ہے، کلمہ پڑھتے ہیں، اپنے کو مسلمان کہتے ہیں، سب کے نام مسلمان کے سے ہیں اور پھر اس میں جو لوگ بلوغ کو پہنچ گئے ہیں یا اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے، گھروں کے ماحول پر دینی فضا چھائی ہوئی ہے وہ مسجدوں میں جاتے ہیں نماز پڑھتے ہیں

اور کچھ نہیں تو کم از کم اپنے ماں باپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں اور اپنے گھر میں اللہ اور رسول ہی کا ذکر سنتے ہیں تو ان سے اس کے پوچھنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ پوچھنے کی باتیں بہت ہیں اور سب جانتے ہیں اگر دنیا میں وصیت ناموں ہی کو جمع کیا جائے تو ایک بہت بڑا کتب خانہ تیار ہو جائے "تاریخ ادبیات اور انسانی ضروریات اور انسانی تقاضوں کا ایک بہت بڑا مرقع سامنے آجائے یہ کام اگر کسی کو فرصت ہو تو یہ کرسکتا ہے کہ کتابوں میں موقر طبقہ کے لوگوں کی جو وصیتیں درج ہیں ان کو جمع کردے، علماء، مشائخ و مصلحین اور داعیوں والیان ریاست اور اہل حکومت کی وصیتوں کو یکجا جمع کرے تو انسانی احساسات اور انسانی عقل و دانائی کا اور اپنی اولاد سے ورثاء سے تعلق کا ایک ایسا نقشہ سامنے آجاتے کہ اس سے نفسیات انسانی کے بڑے عجائبات کے انکشافات سامنے آجائیں اور معلوم ہو کہ انسان میں قدر مشترک کتنا ہے، ان کی وصیت اکثر نہیں سینکڑوں نہیں ہزاروں نہیں لاکھوں انسانوں نے کی۔ یہی دیکھے گا بچوں کو جمع کیا اور کہا کہ دیکھو سب سے زیادہ جو کان میں پڑی ہے اور کتابوں میں دیکھی ہوئی ہے کہ جانے والے باپ نے صبر کرنے والے باپ نے جو دنیا سے رخصت ہونے والا ہے اور پا بہ رکاب ہے اس نے اپنے بچوں کو جمع کیا، سب شریف زادے سب اچھے خاندان کے لوگ اور ان میں کئی پڑھے لکھے اور ان میں کئی تربیت یافتہ ان سے عام طور پر ہم نے جو کتابوں میں دیکھا وہ یہ کہ ان سے کہدو کہ بیٹو لڑنا جھگڑنا نہیں اتحاد کے اور شرافت کے ساتھ رہنا یا یہ ملتا ہے کہ دیکھو بیٹو، فلاں جگہ میں نے رقم دبا رکھی ہے تمہارے لیے ابھی تک بتایا نہیں تھا۔ فلاں جگہ تم کھودنا تم کو وہاں خزانہ ملے گا۔ وہاں دفینہ ہے یا یہ کہا کہ دیکھو ہمارا اتنا قرض دوسروں پر آتا ہے لکھ لو اس کو فلاں فلاں آدمیوں کے ذمہ ہماری اتنی اتنی رقم ہے اس کو وصول کر لینا اور یہ دستاویز ہے ان کا اقرار نامہ یہ دکھانا یا بہت زیادہ اگر احتیاط اور تقویٰ ہوا ہو تو یہ کہا کہ دیکھو بیٹو۔ میرے بچو اور میری آنکھوں کے تارو! اور پیارو! مجھ پر تمہارے باپ پر اتنے لوگوں کا مطالبہ ہے، قرض ہے، اور اس کو بھولنا نہیں، جن کو بہت خدا کا ڈر ہے متقی لوگ ہیں وہ یہ کہتے ہیں یہ کس طرح

کی وصیّت ہے سوچئے آپ ذرا سا اپنے ذہن کو حاضر کر کے اور اس وقت کو سامنے لا کر یہ ہیں کون جن سے بات ہو رہی ہے یہ نبی زادے ہیں ولی زادے نہیں ولی زادے بڑی چیز سمجھے جاتے ہیں، بزرگ زادے بڑی چیز سمجھے جاتے ہیں، عالم زادے بڑی چیز سمجھے جاتے ہیں۔ تو اس پر ہمارا ایمان ہونا چاہیئے اگر ہمارا ایمان اس پر نہیں تو ہمارا ایمان ناقص ہے یہ پیغمبر زادے ہیں ان سے بڑھ کر اس وقت نوع انسانی میں کسی کو نہیں کہا جا سکتا ہے، اور پوری روئے زمین پر ان سے بڑھ کر قابل احترام قابل محبت اور قابل اعتماد کوئی اور انسانی مجموعہ نہیں ہو سکتا نبی کے بیٹے۔ نبی کے بھتیجے، نبی کے پوتے سب کے سب ہیں۔

اور انہوں نے اپنے گھروں میں دیکھا کیا ہے۔ اپنے گھروں میں دیکھا ہے کہ نمازیں ہو رہی ہیں، اللہ تعالیٰ کا نام لیا جا رہا ہے ذکر ہو رہا ہے دعاؤں میں رویا جا رہا ہے، اپنی ماؤں کو دیکھا انہوں نے کہ بڑے گڑگڑا کر اپنے لیے ان کے لیے دعائیں کر رہی ہیں اور ان گھروں میں خدا کے نام کے سوا کوئی نام نہیں لیا گیا۔ سنا ہی نہیں انہوں نے کہ دنیا میں کوئی اور بھی ہے اور اس کائنات پر اثر رکھتا ہے اور وہ نفع و ضرر کا مالک ہے اور اس سے کچھ مانگا جا سکتا ہے، کچھ اس سے امیدیں کی جا سکتی ہیں، توحید کے سوا کوئی عقیدہ، نماز روزہ کے سوا کوئی عبادت۔ اور اللہ کے خوف و محبت کے سوا کوئی عبادت۔ اور اللہ کے خوف و محبت کے سوا انہوں نے کوئی دعوت سنی ہی نہیں لیکن کیا بات ہے۔

ع عشق است و ہزار بدگمانی

جب یقین ہوتا ہے، آدمی کو اہمیت ہوتی ہے کسی چیز کی تو وہ پھر معقولات اور عقلی چیزوں اور مفروضات اور قیاسات پر عمل نہیں کرتا یہی فرق ہے اگر آدمی بیمار ہے واقعی بیمار ہے تو وہ ساری احتیاطیں اٹھ جاتی ہیں کتنا ہی وہ غیور ہو اور کتنا ہی وہ خود دار ہو، کتنا ہی وہ ضابط ہو، کتنا ہی وہ صابر اور متحمل ہو وہ کہہ دیتا ہے اپنے لڑکوں سے اپنے عزیزوں سے کہ ہمیں یہ تکلیف ہے ڈاکٹر کو بلاؤ، حکیم کو دکھاؤ اسی طریقے سے اگر کوئی بھوکا ہوتا ہے واقعی اگر بھوک ہے تو پھر وہاں پر غیرت نہیں چلتی کہ ہم کس منہ سے کہیں کہ کھانا لاؤ، کھانے کا وقت ہو گیا ہے بڑے بڑے امیر زادے امیر اور نواب زادے اور والیان ریاست اور حکام اور جوان سب چیزوں سے بالاتر سمجھے جاتے ہیں وہ بھی ایسے موقع پر اپنی بھوک کا احساس ظاہر کر دیتے ہیں تو سارا معاملہ اہمیت کے احساس کا ہے تو بتایئے کہ حضرت یعقوبؑ نے کیوں اپنے لڑکوں کو جمع کیا اور کیا ان سے پوچھا۔

آخری وقت اور تھوڑا ہی وقت ہے، بات کرنے کا۔ اس کو اس دنیا سے جانے والے خود بھی سمجھتے ہیں اور وہ خدا کا پیغمبر جو مکلّم من اللہ ہوتا ہے جس پر وحی نازل ہوتی ہے اس کو کیوں نہ اس کا احساس ہوگا کہ

بس اب چند ہی منٹ کے بعد دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں ، ان بیٹوں ، پوتوں کو بلا کر ان سے بات کرنے کی بات کیا ہو سکتی تھی تو ہماری سمجھ میں تو یہی آتی ہے اور یہ ہم نے دیکھا کہ کتابوں میں وصیت ناموں میں جانے والے کے گفتگو کے ریکارڈ اگر ہوں تو ریکارڈ ورنہ جن لوگوں نے دیکھا ہے جن کو اتفاق ہوا ہے سب جانتے ہیں کہ یہی کہا گیا ہے کہ دیکھو بھائی مل جل کر رہنا صلح و آشتی کے سلیقے اور تہذیب کے ساتھ رہنا اپنی ماں کا حق جو میں چھوڑ کر جا رہا ہوں خیال رکھنا ، عزیزوں کا خیال رکھنا ، صلہ رحمی کا خیال رکھنا ہے ۔

ہزاروں برس سینکڑوں برس سے یہ دور چل رہا ہے کہ ایسے موقع پر ان باتوں کا اطمینان حاصل کیا جاتا ہے لیکن کیا بات ہے بات یہی ہے کہ جو دل سے لگی ہوتی ہے جس کی اہمیت ہوتی ہے ، اور جس کو آدمی فیصلہ کن سمجھتا ہے ، جس کو سمجھتا ہے کہ یہ چیز دائمی سعادت یا دائمی شقاوت کا سبب ہے اس کی طرف پہلے توجہ کرتا ہے ، سارا معاملہ کسی چیز کے انتخاب میں اہمیت کے احساس کا ہے ، ہماری پوری زندگی اس پر چل رہی ہے اور یہ دینی تعلیمی کونسل خود اس حقیقت شناسی پر قائم ہوئی ہے ۔ اور پچاس کام ہیں ملت کے ہم ان میں سے کسی کی اہمیت کا انکار نہیں کرتے ، میں گنہگار جو آپ سے بات کر رہا ہوں ۔ خود بھی میری زندگی ایسی ہے جس سے لوگ واقف ہیں میں کتنی انجمنوں کا ذمہ دار ہوں بعض میں شریک ہوں ــــ تعریف کے لیے میں نہیں کہتا رابطہ ادب اسلامی ہے اس کے اور مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ہے اور سب سے بڑھ کر آل انڈیا مسلم پرسنل لا ء بورڈ ہے اور ایسے اور بھی کئی ہندوستانی اور ہندوستان سے باہر کی تنظیمات سے میرا تعلق ہے لیکن میں دینی تعلیمی کونسل اور انجمن تعلیمات دین کے پلیٹ فارم سے مسلمانوں کو یہ پیغام دیتا ہوں کہ اپنے بچوں کے دین و ایمان کی حفاظت دین و ایمان کی معرفت اور پھر اس کی حفاظت اور پھر اس پر غیرت اور پھر اس پر زندگی گذارنے اور اس پر دنیا سے رخصت ہونے کے کام کو ۔ سب سے زیادہ اہمیت دیں اس کے لیے اس سے بہتر واقعہ نہیں ہو سکتا جو میں نے آپ کو سنایا ۔ یعقوبؑ نے اپنے بچوں کو ان کے پوتے بھی ہوں گے اس لیے کہ بڑی عمر میں ان کا انتقال ہوا ہوگا اور اس زمانے میں بھی لمبی عمریں ہوتی تھیں گھر بھرا ہوگا اس میں بیٹے ، پوتے ، نواسے ، بھانجے اور بھتیجے ان سب کو شامل سمجھیے عربی کا لفظ لبنیہ جو ہے ان سب پر مشتمل ہے تو " ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب الموت " کیا اے قرآن کے پڑھنے والو ! کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ کا آخری وقت آیا ۔ اور موت سامنے آکر کھڑی ہو گئی گویا بالکل دم واپسیں تھا اذ قال لبنیه ما تعبدون من بعدی) انہوں نے اپنے بچوں سے کہا کہ بیٹو ! میرے جگر کے ٹکڑو ! لخت ہائے جگر ! نور نظر ! یہ بتا دو ایک بات میں سننا چاہتا ہوں ، ایک بات کا اطمینان لے کر دنیا سے جانا چاہتا ہوں ، کوئی بات قرآن میں اس کے علاوہ کہیں نہیں کہی گئی اور ان کی تاریخ میں اور سیرت میں بھی نہیں ملے گی اور صحف سماوی میں بھی نہیں ملے گی کہ انہوں

نے اس وقت جب بالکل یہ سمجھیے کہ چند سانسوں کا معاملہ تھا کتنی سانسیں اور باقی ہیں۔ ما تعبدون من بعدی کہ تم میرے بعد عبادت کس کی کروگے سر کس کے سامنے جھکاؤ گے میں آپ سے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ گویا بالکل دیکھ رہا ہوں اور سن رہا ہوں کہ دنیا میں یہ بات کوئی شخص بھی نہیں کہے گا۔ اور یعقوب ؑ نے یہ بات کہی۔ تو قرآن مجید نے اس کا ذکر نہیں کیا تو اس میں بڑی حکمتیں ہیں اس کے جواب میں پہلے انہوں نے یہ کہا ہوگا۔ لیکن غیرت توحید نے اور نبوت کے شرف اور اعزاز نے اس کی وجہ سے اس کا محل نہیں تھا کہ کوئی بیچ میں بات اور آتی، اللہ تعالیٰ نے فوراً ان کا جواب نقل کر دیا یعنی خدا کی خودی جو توحید کی وحدانیت ہے اس نے گوارہ نہیں کیا کہ ان کے سوال ان کے جواب کے درمیان کوئی اور بات آجائے مگر میں فیہ ما کہتا ہوں کہ بالکل ممکن ہے کہ انہوں نے یہ کہا ہوگا کہ ابا جان، دادا جان، نانا جان یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے آپ نے ہمیں سکھایا کیا تھا اور ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کیا اور اس گھر میں ہوتا کیا ہے اور ہم کس کی اولاد ہیں، ہماری رگوں میں کس کا خون ہے بتایئے آپ میں سے کون سا خاندان ہے دنیا میں، ایشیا افریقہ اور یورپ امریکہ کا کیا ذکر ہے خالص اسلامی ممالک میں حجاز میں یہاں تک کہ میں کہتا ہوں کہ حرمین شریفین میں اور خاص مکہ معظمہ میں اور خاص بیت اللہ کے سائے میں اور خاص مدینہ طیبہ میں اور مسجد نبوی کے سائے میں کون سا خاندان اس کو اس سے زیادہ یہ کہنے کا حق تھا کہ ہم سے پوچھنے کی بات ہے یہ معمولی معمولی خاندان والے کہہ سکتے ہیں، حضرت یعقوب ؑ کا خاندان کیوں نہ کہتا تو بالکل ہمارے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ انہوں نے کہا ہوگا کہ ابا جان دادا جان نانا جان آپ ہم سے یہ پوچھتے ہیں آپ نے ہمیں سکھایا کیا ہے ہمارے متعلق خطرہ کیوں آپ کو پیدا ہوا۔ لیکن بھائی۔

ع عشق است و ہزار بد گمانی

جب کسی کو کسی چیز کی اہمیت ہوتی ہے تو وہ عقلیات مفروضات پر نہیں چلتا اور پھر وہ رسم و رواج پر بھی نہیں چلتا وہ بالکل اس وقت کے قرائن اور اس وقت کے قیاسات، سب سے بالاتر ہو کر وہ بات کرتا ہے جو اس کے دل سے لگی ہوتی ہے سارا معاملہ دل سے لگے ہونے کا ہے اور آج مسلمانوں میں جو کمی ہے اور جس کی وجہ سے دینی تعلیمی کونسل قائم ہوئی جس کی وجہ سے یہ جلسہ بلایا گیا اور جس کی وجہ سے جا بجا جلسے اور دورے ہوتے ہیں وہ سب اس وجہ سے کہ یہ بات جتنی دل سے لگی ہونی چاہیئے مسلمانوں کے دل سے نہیں لگی ہے سارا خطرہ اس بات کا ہے کہ اس بات کی جو اہمیت ہونی چاہیئے تھی وہ مسلمانوں میں نہیں ہے یہ بات میری طرف منسوب کر کے کہی گئی ہے میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے کہا کہ ہونا یہ چاہیئے تھا کہ اگر مسلمان اپنے بیٹے کو (اور میں نے کہیں کہا بھی ہے) اپنے بیٹے کو معاف کیا جائے، مجھے کسی دوسرے مذہب کی عبادت گاہ

کی طرف جاتے ہوئے، کسی پیڑ کے نیچے جھکتے ہوئے، کسی بڑے مجسمے کے سامنے بڑے ادب کے ساتھ کھڑے ہوتے ہوئے اور سر جھکاتے ہوئے دیکھے خواب میں، تو چیخ اٹھے اور سارا گھر جمع ہو جائے اور ایک ہنگامہ برپا ہو جائے خیریت ہے خیریت ہے کیا دیکھا آپ نے، کیا کسی کیڑے نے کاٹ لیا یا آپ نے کوئی بھوت پریت وغیرہ دیکھا، نہیں نہیں میں نے کچھ نہیں دیکھا، میں نے یہ دیکھا کہ میرا بیٹا غیر اللہ کے سامنے سر جھکا رہا ہے، غیر اللہ کے آگے ایسے ادب سے کھڑا ہوا ہے جو توحید کے خلاف ہے اور غیرت اسلامی کے خلاف ہے یہ ہونا چاہیئے۔ سارا مدار اس وقت یہ ہے جس کے لیے ساری کوشش کی جا رہی ہے میں اس بارے میں معتبر گواہ تسلیم کیا جا سکتا ہوں کہ شروع سے اس کے کارکنوں میں اور خادموں میں ہوں اور اس کا نقشہ بنانے والوں میں ہوں کہ سارا ڈر جو اس وقت پیدا ہو گیا ہے جو اصل اس کوشش کا باعث ہے اس پریشانی اور فکرمندی کا۔ وہ یہ کہ مسلمانوں کے دل سے یہ بات جتنی لگی ہونی چاہیئے کہ ہماری اولاد اب کس کے سامنے سر جھکائے گی اور کس کو اس کائنات کا خالق و مالک مانے گی کس کو نفع و ضرر کا مالک مانے گی کس کو قسمتوں کا بنانے اور بگاڑنے والا مانے گی اور کس سے حقیقی طور پر سب سے ڈرے گی، یہ بات جتنی مسلمانوں کے دل سے لگی ہوتی چاہیئے تھی لگی ہوئی نہیں ہے اور سارا خطرہ اس کا ہے اور سارا معاملہ دل کے تاثر کا اور دل کو اہمیت دینے کا ہے یہ ساری کائنات، ساری سیاست، سارا نظم مملکت اور یہ ساری جو سرگرمیاں ہیں انسانوں کی وہ سب درجے کے پیمانے پر لگی ہوئی ہیں ان سب کا جو مرکزی نقطہ ہے کہ کون سی چیز کتنی اہم ہے، کون سی چیز کتنی توجہ کی مستحق ہے تو صاف آپ سے کہتا ہوں کہ سارا ڈر ہندوستان میں جو پیدا ہو گیا ہے وہ اس وجہ سے کہ مسلمانوں کے دل سے یہ بات جتنی لگی ہونی چاہیئے تھی وہ لگی ہوئی نہیں ہے ہماری اولاد، ہمارے بیٹے، ہمارے پوتے، ہمارے بھتیجے، بھانجے ہمارے خاندان کے افراد، ہمارے باپ کس دین پر رہیں گے اور کس کو خدائے واحد مانیں گے اور ان کے کیا عقائد ہوں گے اور کیا وہ اسلام پر زندگی گذاریں گے اور اسلام ہی پر وہ دنیا سے جائیں گے اور ان کی وفات ہوگی یا وہ کسی اور دین کو کسی اور عقیدہ کو اختیار کریں گے یہی بات ہے کہ جتنی فکر ہونی چاہیئے تھی نہیں رہی، مسلمانوں میں کمزوری پڑ گئی ہے اور سارا خطرہ اس کا ہے اور یہی مفر ہے یہی وہ دہانہ ہے کہ جس سے سارے فتنے آ سکتے ہیں، ساری اعتقادی گمراہیاں آ سکتی ہیں، ساری بداعمالیاں آ سکتی ہیں اور ارتداد آ سکتا ہے اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اور یہ لفظ کہنے کی ضرورت پیش نہ آئے لیکن اسی راستے سے ارتداد آیا ہے اور اسی راستے سے ارتداد آ سکتا ہے کہ وہ اہمیت وہ مقام اس کو نہیں دیا گیا، آئندہ نسل کے مستقبل اور آئندہ نسل کی سیرت واخلاق اور آئندہ نسل کے عقیدے اور اس کے دین کو وہ اہمیت نہیں دی گئی جو اہمیت تعلیم کو دی گئی ہے، جو اہمیت امتحانات پاس کرنے کو دی گئی ہے، جو

اہمیت صحت کو دی گئی ہے۔

آپ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ و خضر کے واقعہ پر غور کیجیے، یہ سوچنے کی بات ہے کہ حضرت خضرؑ ایک بچے کو ختم کر دیتے ہیں وہ ایک معصوم بچہ ہے جس کی جان لے لیتے ہیں قرآن میں کیوں بیان کیا جا رہا ہے حضرت موسیٰؑ اس واقعہ کو دیکھتے ہیں اور یہ واقعہ ہے۔ قرآن مجید میں یہ واقعات جو بیان کیے گئے ہیں جو اسوہ بن سکتے ہیں جس پر عمل ہو سکتا ہے لیکن کوئی فقہی مسلک (یعنی ہمارے چاروں فقہی مسلک) بھی اور حدیث و سنت بھی اور کوئی عالم کوئی مفتی اس کا جواب نہیں دے سکتا اور یہ نہیں کہہ سکتا کہ آج بھی یہ ہو سکتا ہے، حرام ہے کسی بچے کی جان لینا، لیکن حضرت خضرؑ جان لیتے ہیں اور موسیٰؑ کے سامنے جان لیتے ہیں اور قرآن مجید اس کا ذکر کرتا ہے حالانکہ اب اس پر عمل نہیں ہو سکتا ہے کیوں؟ تاکہ معلوم ہو کہ ایمان اتنی بڑی دولت ہے کہ اس کے لیے اللہ کے ایک ولی بندے نے خدا کے ایک نبی بندے کے سامنے جو صاحب شریعت ہیں اس کے سامنے اس کا گلا گھونٹ دیا۔ جب انہوں نے پوچھا کہ ارے یہ تم نے کیا کیا تو کہا کہ یہ فتنہ بننے والا تھا اگر یہ زندہ رہتا تو اپنے خاندان کے لیے فتنہ بنتا اس کو کفر پر ڈال دیتا یہ سوچنے کی بات ہے۔ یہ واقعہ کیوں اللہ تعالیٰ نے سنایا؟ اور قرآن مجید میں جو قیامت تک پڑھی جانے والی کتاب ہے اس میں کیوں بیان کیا تاکہ مسلمان یہ سمجھے کہ ایمان کی یہ قیمت ہے۔

تو اصل جو مرض اس وقت مسلمانوں کا ہے کہ مسلمانوں کو اپنی آئندہ نسل کے ایمان کی جو اہمیت ہونی چاہیے اور جیسے بہت ہی دل پر پتھر رکھ کر دل کو تھام کر کہہ دیا گیا اور معذرت کے ساتھ کہ اس کو اس کی زندگی پر بھی ترجیح دے۔

واقعی ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ میں صاف بوں کہ ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ والدین اپنے لڑکے کی زندگی پر ترجیح دیں اس کے با ایمان ہونے کو اور جو حضرت خضرؑ کا میں نے واقعہ سنایا وہ یہی بتاتا ہے تو یہ حضرت یعقوبؑ کا قصہ کیوں اللہ نے سنایا اور اس اہتمام کے ساتھ (ام کنتم **شهداء اذ حضر يعقوب الموت**) کیا تم اس وقت موجود تھے، یعنی اللہ تعالیٰ منظر سامنے لا رہا ہے کہ جب یعقوبؑ کا آخری وقت آیا تو بچوں کو جمع کیا اور کہا کہ میرے بچو یہ بتادو کہ میرے بعد تم عبادت کس کی کرو گے۔ تو میں کہتا ہوں کہ یقیناً کہا ہوگا کہ ابا جان، دادا جان یہ بھی پوچھنے کی بات ہے، ارے ہم سے آپ پوچھ رہے ہیں۔ یہ تو کہیں کافر قبیلے سے پوچھا جائے، اور ہم کون ہیں، ہم آپ کے پروردہ آپ ہی کے جگر کے ٹکڑے، آپ ہی کے جسموں کے ٹکڑے ہیں اور ہمارے متعلق تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے کہا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی غیرت توحید نے اتنا فصل بھی گوارہ نہ کیا کہ ان سوال و جواب کے درمیان فوراً نقل کر دیا کہ نعبد الٰهك

واٰلہٰ آبائک اے ابا جان دادا جان ہم آپ کے باپ کے آپ کے چچا کے آپ کے دادا کے معبود
کی عبادت کریں گے اور کس کی کریں گے۔ اور انہوں نے کہا کہ میں یہی سننا چاہتا تھا۔ میری پیٹھ قبر سے نہ لگتی
جب تک کہ یہ اطمینان نہ کر جاتا بس آج مسلمانوں کو اس کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی اولاد کے با ایمان ہونے
اور توحید کے قائل ہونے، توحید خالص کا قائل ہونے، صاف کہتا ہوں کہ خدا کے سوا نہ فرشتے اور نہ اولیاء
اللہ، نہ خدا کے پیغمبر، نہ قطب ابدال کوئی کسی کا اس ملک میں اللہ کی سلطنت میں کوئی کسی کا تصرف نہیں ہے
(الا لہ الخلق والامر) یاد رکھو کہ اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور اسی کا کام ہے چلانا، اس دنیا کو نہ کوئی
اولاد دے سکتا ہے نہ قسمت بنا بگاڑ سکتا ہے، تمام اولیاء اللہ سر آنکھوں پر ان کے حالات اور ان
کے لیے دل میں جو مقام ہے وہ لوگ جانتے ہیں جنہوں نے کم سے کم میری کتابیں ہی پڑھی ہیں۔ بزرگان
دین کے حالات لکھنے کی سعادت ہوئی۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ بھی ہیں، خواجہ نظام الدین اولیاءؒ بھی ہیں اور محبوب الٰہی اور پھر
حضرت مجدد الف ثانیؒ بھی ہیں، شاہ ولی اللہ بھی ہیں اور آپ کے اس اطراف کے اودھ کے اولیاء اللہ
میں سے مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی بھی ہیں اللہ نے توفیق دی ہم نے ان کے حالات مناقب
لکھے لیکن یہ عقیدہ اپنی جگہ پر ہے کہ اس دنیا کا چلانے والا واحد خدا ہے۔ (الا لہ الخلق والامر)
وہی نفع وضرر کا مالک ہے وہی زندگی اور موت کا مالک ہے وہی اولاد دینے والا اور روزی دینے والا
ہے اور قسمت بگاڑنے اور بنانے والا ہے۔ جس کا سارا مسئلہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے دل میں ایمان کی اور
عقیدۂ توحید کی وہ اہمیت پیدا ہو جائے وہ سب گوارہ کرے اور یہ گوارہ نہ کر سکے کہ میرا بیٹا میرا بھتیجہ
میرا پوتا۔ یہ جس پر میرا اختیار ہے وہ غیر اللہ کو اس مملکت میں اس دنیا کے کارخانۂ عالم میں شریک سمجھتا
ہے۔ یہ بات نہ ہو اور جو کچھ خطرہ پیدا ہو گیا ہے اس وقت نصابی کتابوں سے اور میتھالوجی تک اس میں
داخل ہو گئی ہے۔ ہندو دیو مالا اس میں داخل ہو گئی۔ یہی خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ آپ کا بچہ نام بھی اس کا
اسلامی ہو اور لباس بھی ان کا مسلمانوں کا سا ہو اور اردو زبان بھی جانتا ہو اور ادب بھی کرتا ہو اور مہذب
بھی ہو اور ذہین بھی ہو لیکن توحید کے بارے میں اس کا ذہن صاف نہ ہو اور اس کے اندر کوئی نہ کوئی ہندو
دیو مالا کی بات بیٹھی ہوئی ہو کرشن جی بھی ایسا کر سکتے ہیں گنیش جی بھی ایسا کر سکتے ہیں اس لیے کہ وہ
قصے پڑھے گا اور میں نے درسی کتابوں میں دیکھا ہے کہ سب جمع ہوئے اور کہا کون سب سے بڑا دیوتا ہے
انہوں نے کہا جو اس دنیا کا اتنی دیر میں چکر لگالے میں نے پڑھا ہے اس دنیا کا اتنی دیر چکر لگائے گنیش
جی اٹھے اور دنیا کا چکر لگا کر آ گئے انہوں نے کہا کہ یہ بڑے ہیں ساری ہندو میتھالوجی اور اس کے علاوہ

ہو گر یک تیھالوجی تھی اور من میتھالوجی تھی وہ سب مشرکانہ خیالات سے بھری ہوئی تھی تو بچوں کا یہ نصاب پڑھنا اور گھروں میں اس غیرت کا نہ ہونا ۔ اس غیرت توحید کا نہ ہونا اور اس ایمان کی قیمت کے احساس کا نہ ہونا اور آخرت میں جو کچھ پیش آئے گا اس کا علم نہ ہونا یا اس پر یقین کا نہ جمنا یہ سارا خطرہ ہے جس کے لیے یہ سب کیا گیا ہے اور آپ کو زحمت دی گئی ہے کہ سب کچھ کیجئے لیکن بالکل صاف کہتا ہوں کہ بچوں کے عید کے کپڑے بنانے سے ہزار بار زیادہ اور بچہ بیمار ہو جائے تو اس کا بہتر سے بہتر علاج کرنے سے سینکڑوں بار زیادہ اور اپنے بچوں کو نوکری کے قابل بنانے سے لاکھ بار زیادہ یہ ضرورت ہے کہ اس کو سچا پکا مسلمان بنایا جائے سب گوارہ کر لے یہاں تک کہ اس کے لیے تیار ہو جائے صاف کہتا ہوں کہ اگر میری گردن اڑا دی جائے مجھے گولی سے مار دیا جائے کہ میں شرک نہیں کروں گا، میں بت پرستی نہیں کروں گا میں اس میتھالوجی کو نہیں مانوں گا یہ جب تک نہ ہوگا ہندوستان میں رہنا ۔ اسی ہندوستان میں نہیں کسی ملک میں بھی رہنا خطرناک ہے یہاں تک کہ خالص اسلامی ملکوں میں بھی رہنا خطرناک ہے میں نے اپنے ارادے اور شاید استحقاق سے زیادہ وقت لے لیا لیکن یہ میں نے چاہا کہ کم از کم یہ بات یہاں سے لے کر جائیں کہ سب سے زیادہ فکر کی چیز اور توجہ کی چیز آئندہ اپنی اولاد کا ایمان ہے ۔ ایمان اور عقیدۂ توحید عقیدۂ رسالت حضورؐ سے صرف ایمان ہی نہیں بلکہ آپ سے عشق و محبت اور آپ کا جو خدا کے بعد آخری درجے کا احترام ہو سکتا ہے وہ احترام اور آپ کو اس دنیا کے نجات دہندہ اور دنیا کے لیے باعث رحمت رحمۃ للعالمین سمجھنا اور آپ کی شفاعت کا شوق اور اس کا ارمان اور آپ کے ہاتھ سے جام کوثر پینے کی آرزو اور آپ کے سامنے سرخرو ہونے کی تمنا یہ کسی نہ کسی درجے میں پیدا ہو ۔ یہ چیز اگر پیدا ہو گئی تو سب مسائل حل ہیں ۔ اور ادھر حالیہ دنوں میں جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ ناانصافیاں ہوئی ہیں اور جو واقعات پیش آئے ہیں وہ چیز مجھ سے مخفی نہیں اور ان کی جتنا ہو سکا اس دائرے میں توجہ بھی کی گئی لیکن یہ مسئلہ اولین مسئلہ ہے اسی کے لیے آپ کو یہاں بلایا گیا ہے اور یہی آپ پیغام لے کر جائیں گے کہ پہلے بچوں کا ایمان اور ان کے ایمان کی درستگی ان کے عقیدے کی درستگی، ان کا اسلام پر صرف قائم ہونا نہیں فخر کرنا اور اس پر جینے اور مرنے کی آرزو دعا کرنا انہی کی نہیں بلکہ والدین کا بھی دعا کرنا کہ اے اللہ ہمارے اس بچے کو ایمان پر سلامت رکھ اور ایمان پر دنیا سے اٹھا یہ ضروری ہے یہی پیغام ہے اور یہی دینی تعلیمی کونسل اور انجمن تعلیمات دین کے قیام کا مقصد ہے ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

حافظ محمد اقبال رنگونی مانچسٹر

بوسنیا کے مسلمان مغربی حکمرانوں کی نظر میں

بوسنیا میں اسلامی افواج کا تعین وقت کا تقاضا اور اہل اسلام کی ذمہ داری ہے

اسلامی کانفرنس تنظیم او آئی سی۔ کے جنیوا میں منعقد ہونے والے اجلاس میں وزرائے خارجہ نے خبردار
یا ہے کہ اگر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل بوسنیا کے خلاف عائد اسلحہ کی بین الاقوامی پابندی اٹھانے میں ناکام رہی تو
سلمان یکطرفہ طور پر حکومت بوسنیا کو اسلحہ فراہم کریں گے۔ بی بی سی کے نامہ نگار کے مطابق وزرائے خارجہ نے امریکہ
رس اور دیگر مغربی ممالک پر تنقید کی کہ یہ ممالک سربوں کی طرف سے سامی امن منصوبہ مسترد کیے جانے کے بعد اب
ے ان کے خلاف سخت اقدامات کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ (جنگ لندن ۸۔ اگست ۹۴ء)

بوسنیا میں سرب درندوں کی بربریت اور مسلمانوں کی مظلومیت ساری دنیا کے لیے بالخصوص اسلامی ممالک
ے لیے سامان عبرت ہے۔ گذشتہ تین سالوں سے بوسنیا کے مسلمان سرب جارحیت کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔
فرادی و اجتماعی سطح پر ان کی زندگی ویران کر دی گئی ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں بچے یتیم ہو چکے ہیں۔ بدن بدن
رات کی ٹیبل پر بٹھایا جاتا ہے، مسلمانوں پر ظلم و ستم میں بھی برابر کا اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ بوسنیا کے مسلمانوں
ے ہزار بار اپیل کی ہے کہ اگر یورپ ہماری مدد کرنے کیلئے تیار نہیں تو ہمیں اپنے دفاع کا حق تو دیا جائے۔ بوسنیا
ے مسلمانوں نے یورپ سے نہ افراد کی بھیک مانگی ہے۔ نہ ہتھیار مفت مانگے ہیں۔ صرف یہ کہا ہے کہ اگر یہ یورپ
می مہذب ہے۔ اور انصاف کا مدعی ہے تو کم از کم ہمیں انصاف دلایا جائے۔ عراق میں جارح کے خلاف
ھیار اٹھائے جا سکتے ہیں یوروپی فوج کا قتل ہونا منظور کیا جا سکتا ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ سرب درندوں کے خلاف
ں اپنے حق سے بھی محروم رکھا جا رہا ہے، پھر یہ بات بھی کوئی راز نہیں کہ بوسنیا کے مسلمانوں پر ظلم و ستم کی داستانیں
ی پروپیگنڈہ ہیں۔ حقائق چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ اے انصاف اور تہذیب کا دعویٰ کرنے والی قومو۔ ہمیں
ھو۔ گھر توڑے جا رہے ہیں۔ ڈرا دھمکا کر گھر سے بے گھر کیا جا رہا ہے۔ مردوں کو موت کے گھاٹ اتار کر عورتوں
عزت لوٹ لی جاتی ہے۔

گھر میں رہنے والے مسلمان خاندان کو ساز و سامان سمیت زندہ جلا دیا جاتا ہے۔ ان کی مسجدیں تباہ کی جاتی ہیں

ان کا مال و اسباب لوٹا جاتا ہے۔ کئی سو افراد کو ایک لائن میں کھڑے کرنے کے بعد بندوق کی گولیوں سے ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اور ایک ایک نوجوان کو پکڑ پکڑ کر کیمپوں میں لے جایا جاتا ہے۔ یہاں ان کی ہڈیاں توڑی جاتی ہیں۔ کھال کھینچی جاتی ہے۔ آنکھیں نکالی جاتی ہیں۔ اعضاء کاٹے جاتے ہیں اور پھر ایک دوسرے کے سامنے ان کے منہ میں پیشاب کیا جاتا ہے۔ اور پھر انہیں بندوق یا چھری سے گھونپ کر مار دیا جاتا ہے۔ یہ وہ حقائق ہیں جو یورپ اور امریکی ذرائع ابلاغ بار بار دکھلاتے ہیں۔ بلکہ سرب درندے نہایت فخر کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ ایک سرب لیڈر جو سربیا کے اجتماعی کیمپوں کا نگران بھی ہے۔ اس نے اپنے حالیہ انٹرویو میں نہایت فخر کے ساتھ کہا ہے کہ:

سربیا کے اجتماعی کیمپوں میں تقریباً تین ہزار مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے۔

روزنامہ ٹائمز (TIMES) نے سرب گارڈ کے اس انٹرویو کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی اس بات کی تصدیق ان درجنوں افراد نے کی ہے جو بچ گئے ہیں۔ یہ تین ہزار سے زائد مسلمان کوئی ان تین سالوں میں نہیں مارے گئے بلکہ صرف چار مہینے کی مدت کے دوران انہیں موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ رپورٹ کے مطابق یہ کیمپ سراوئیو کے شمال مشرقی قصبے والینیکا میں چار ماہ کے لیے قائم ہوا تھا (جنگ لندن ۳۔ اگست) ان حقائق و شواہد کے باوجود بھی یورپ کے مفکرین اور دانشور مسلسل کہہ رہے ہیں کہ بوسنیا میں امن اسی وقت قائم ہو سکتا ہے جب تینوں فریق مذاکرات کے ذریعہ اپنے اختلافات دور کریں گے۔ یہ دانشور انہیں گول میز پر بھی لے آئے۔ مسلمانوں نے یہ جاننے کے باوجود کہ ان کے ساتھ مسلسل زیادتی کی گئی ہے اور تا سال ہو رہی ہے۔ امن منصوبے کی حمایت کرتے چلے آئے۔ لیکن سرب درندے اور ان کے حکمران ہر موقع پر امن منصوبے کو مسترد کرتے رہے۔ اور بوسنیا کے مسلمانوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بناتے رہے۔ اگر کبھی کبھار بوسنیا کے مسلمانوں نے اپنے دفاع کے لیے ایک آدھ گولی بھی چلا دی تو یہ چلا اٹھے کہ تم ہرگز ایسا نہ کرو۔ اس سے امن منصوبہ ناکام ہو جائے گا۔ گویا سرب درندے جو چاہیں کھلے عام کریں امن منصوبے پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب چاہیں جہاں چاہیں مسلمانوں کا قتل عام کریں۔ امن منصوبہ پھر بھی قائم۔ لیکن جوں ہی مسلمان اپنے دفاع کے لیے آواز اٹھائیں یا گولیاں چلائیں۔ یورپ پر قیامت طاری ہو جاتی ہے۔ ہر کوئی پکار اٹھتا ہے کہ ہائے یہ مسلمانوں نے کیا کر دیا۔ ان کی وجہ سے امن منصوبہ خطرہ میں آ سکتا ہے۔

چند ماہ قبل یورپ نے سرب درندوں کو یہ دھمکی دی تھی کہ اپنے تمام ہتھیار اقوام متحدہ کی نگرانی میں دے دیں۔ ورنہ ان پر حملہ کر کے تباہ کر دیا جائے گا۔ دنیا نے دیکھا کہ سرب رہنماؤں نے کس طرح ان دھمکیوں کا جواب دیا۔ مقررہ مقامات سے ہتھیار واپس لانے کے لیے طرح طرح کے حیلے بنائے گئے۔ اسی دوران مسلمانوں

کے شہروں کو نشانہ بنایا جاتا رہا۔ اقوام متحدہ کی نگرانی میں کچھ ہتھیار دینے کے باوجود دوبارہ انہیں چھین لیا گیا۔ نہ اقوام متحدہ کی فوجوں نے ان کا کچھ بگاڑا نہ یورپ کے حکمرانوں اور ان کی فوجوں کے ماتھے پر بل آئے۔ اس وقت اقوام متحدہ کی نگرانی میں پہنچنے والی امداد بھی معطل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سرب رہنماؤں نے امدادی قافلے پر پابندی عائد کردی ہے۔ اور صاف کہدیا ہے کہ ہم کسی کو یہاں سے گزرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ہتھیار جو ابھی تک اقوام متحدہ کی نگرانی میں تھے وہ بھی دوبارہ چھین لیے گئے۔ اقوام متحدہ کے کمانڈر اور برطانوی فوج کے سربراہ جنرل روس (ROSE) کئی دنوں سے کہہ رہے ہیں کہ سرب لیڈروں کی زیادتیاں اب حد سے بڑھ چکیں ہیں۔ لہٰذا ان پر حملہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ ان تمام جرنلوں نے "کیا جا سکتا ہے" سے آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کی۔ اور ہمیں یقین ہے کہ یورپ کے حکمران انہیں کبھی آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اور نہ جارح کے خلاف وہ طرز عمل اختیار کیا جائے گا جو عراق کے خلاف کیا جا چکا ہے۔

بعض یورپی مفکرین یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ (NATO) نیٹو سرب فوجوں کے خلاف میدان عمل میں آچکا ہے اور اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ گزشتہ ۶ ماہ کے دوران سرب فوجوں پر چار بار ہوائی حملہ کیا جا چکا ہے۔

ہمارے نزدیک ان مفکروں کا یہ دعویٰ کہ نیٹو سرب فوجوں کے خلاف میدان میں آچکا ہے۔ درست نہیں رہا جہاں تک سرب فوجوں یا ان کے ہتھیاروں پر حملہ کا تعلق ہے تو یہ بات واضح ہے کہ اس حملہ کا مقصد نہ مسلمانوں کا دفاع ہے نہ سرائیوو کی حفاظت۔ بلکہ اقوام متحدہ کے فرانسیسی فوجوں پر کیے جانے والے حملے کی جوابی کاروائی ہے۔ کیونکہ سرب فوجوں کی گولہ باری سے فرانس کے دو فوجی زخمی ہوتے تھے۔ جس کے جواب میں نیٹو نے سرب فوج کے ٹینک کو تباہ کیا۔ یہیں سے آپ سوچ سکتے ہیں کہ اقوام متحدہ اور نیٹو کے حکمرانوں کے نزدیک بوسنیا کے مسلمانوں کے جان ومال کی حفاظت زیادہ عزیز ہے یا فرانس کے دو فوجیوں کی؟۔ ایک طرف ہزاروں مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھدیا جاتا ہے نہ نیٹو کے حکمران حملہ کا حکم دیتے ہیں نہ اقوام متحدہ عملی کاروائی کی اجازت دیتی ہے۔ اور جوں ہی اقوام متحدہ کے دو فوجیوں کو معمولی زخم آتا ہے۔ ان کے طیارے فوراً حرکت میں آجاتے ہیں۔

پھر طرفہ تماشا یہ ہے کہ نیٹو کے اس جوابی حملہ میں نقصان کس نے اٹھایا؟۔ کیا سرب رہنماؤں اور ان کے فوجی درندے اپنی بربریت سے باز آگئے؟۔ نہیں بلکہ وہ کھلے عام اعلان کرتے ہیں کہ اس ہوائی حملے کے جواب میں بوسنیا کے مسلمانوں کو پہنچنے والا غلہ اور دیگر ضروری سامان کی امداد اب نہیں جا سکتی۔ سرحد بند کردی جاتی ہے امدادی قافلے وہیں رک جاتے ہیں۔ ادھر تین لاکھ کے قریب مسلمان پھر سے فاقہ کی نذر کردیئے جاتے ہیں۔ ریلیف کیٹی اور دوسرے امدادی ادارے کہتے بھی ہیں کہ اگر یہ امداد وہاں نہ پہنچ پائی تو بے شمار لوگ مر جائیں

گے لیکن سرب درندے اپنی ہٹ دھرمی پر برابر اڑے رہتے ہیں۔

کیا اقوام متحدہ اور نیٹو کے حکمرانوں نے سرب رہنماؤں کی اس کھلی غنڈہ گردی کے خلاف کوئی ایکشن لیا ؟۔ کیا انہیں دھمکی دی گئی کہ اگر آئندہ ان امدادی قافلوں کو روکا گیا تو فوری طور پر اس کا جواب دیا جائے گا ؟۔ نہیں۔ اب آپ ہی سوچ لیجئے کہ نیٹو کے اس ہوائی حملے کے نتیجے میں مسلمانوں کو فائدہ پہنچا یا نقصان ؟

ہمیں سرب رہنماؤں اور سرب درندوں کی بربریت سے کہیں زیادہ یورپ کے حکمرانوں اور ان کے دانشوروں پر حیرت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ مدعی ہیں انصاف کے۔ پھر صرف حقوق مسلم نہیں بلکہ حقوق انسانیت کے علمبردار ہونے کا دعویٰ کرتے نہیں تھکتے۔ لیکن نہ جارح کے خلاف کوئی عملی قدم اٹھانے کو تیار۔ نہ حقوق انسانیت کی پامالی دیکھ ان کی حفاظت کے لیے کوئی موثر لائحہ عمل طے کرنے کے لیے تیار۔ اور نہ ہی انصاف کا دامن تھامنے کو تیار۔

انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اگر یورپ واقعی بوسنیا کے مسلمانوں کی جان و مال کی حفاظت کرنے میں ناکام ہے (جیسا کہ ہو رہا ہے) تو پھر بوسنیا کے مسلمانوں کو ان کا حق ضرور ملنا چاہیئے۔ ان پر سے اسلحہ پر عائد پابندی اٹھائی جائے کہ وہ جہاں سے چاہیں جس طرح چاہیں اپنے دفاع کے لیے ضروری سامان حاصل کریں۔ ایک امریکی سینٹر نے سی این این کو دیئے گئے انٹرویو میں اس بات کا اعادہ کیا کہ یہ کیسا انصاف ہے کہ سرب درندوں کے ہاتھ تو کھلے چھوڑ دیئے گئے۔ اور بوسنیا کے مسلمانوں کے ہاتھ باندھ دیئے گئے۔ انہوں نے کہا کہ بوسنیا کے مسلمانوں کو اسلحہ ملنا چاہیئے تاکہ وہ اپنے ملک اور اپنے اہل و عیال کی حفاظت کر سکیں۔ بے بسی کی موت کے بجائے کم از کم لڑ کر اور اپنے ملک کا دفاع کرتے ہوئے مر جائیں۔" لیکن برطانیہ کے مفکروں کا فلسفہ نرالا ہے ان کا کہنا ہے کہ اگر مسلمانوں کو اسلحہ کی آزادی مل گئی تو خانہ جنگی میں اضافہ ہو جائے گا۔ برطانیہ کے وزیر دفاع مالکم رفکنڈ نے بی بی سی ریڈیو اور بی بی سی کی عالمی خبروں میں انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ برطانیہ بوسنیائی مسلمانوں کے خلاف اسلحے کی پابندی اٹھانے کی مخالفت کرتا ہے۔ وزیر دفاع نے کہا کہ بوسنیا کے مسلمانوں کو آزادانہ اسلحہ ملنے کی صورت میں خانہ جنگی طویل ہو جائے گی اور بوسنیا میں موجود اقوام متحدہ کے امن کارکنوں کے لیے غیر جانبدار رہنا ناممکن ہو جائے گا" سوال یہ ہے کہ گذشتہ تین سال سے سرب جارحیت اور مسلمانوں کی مظلومیت تو قابل برداشت۔ (بلکہ دوسرے لفظوں میں سرب جارحیت کی بھرپور تائید و حوصلہ افزائی ہے) اور مسلمانوں کو اسلحہ ملتے ہی خانہ جنگی طویل ہو جائے گی جو ناقابل برداشت ؟۔ پھر اقوام متحدہ کے امن کارکنوں کی غیر جانبداری بھی خوب رہی۔ اگر اقوام متحدہ واقعی غیر جانبدار ہو تو گذشتہ تین سال سے سرب درندوں کو آگ و خون کی ہولی کھیلنے کی اجازت مل سکتی تھی ؟۔ اقوام متحدہ کی جانبداری تو اب اظہر من الشمس ہو چکی ہے

اور صرف بوسنیا ہی کے معاملے میں نہیں ۔ جہاں جہاں مسلمانوں کی حمایت میں کسی اقدامات کا مطالبہ ہوتا ہے ۔ اقوام متحدہ نے ہمیشہ اس کی مخالفت کی ہے ۔ اور جب کبھی ان کے خلاف اقدامات کا ہوتا ہے ۔ اقوام متحدہ بنفس نفیس میدان عمل میں اتر آتی ہے ۔ ظالمانہ اور سفاکانہ طریقہ کار اختیار کرکے اسے "بین الاقوامی برادری" کا فیصلہ بتلایا جاتا ہے ۔ اس وقت کسی اسلامی ملک کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ کھل کر اقوام متحدہ کے اجلاس میں اس کی مخالفت کرے اور واضح کرے کہ یہ محض ان مخصوص افراد کے فیصلے ہیں ۔ ہم ان تمام سفاکانہ فیصلوں سے برأت کا اعلان کرتے ہیں ۔ دنیا بھر کے مسلمان اقوام متحدہ میں موجود اسلامی سفراء کے یہ پیغامات سننے کے لیے منتظر ہیں ۔

اسلامی کانفرنس تنظیم کے وزرائے خارجہ کے بے شمار اجلاس ہو چکے ہیں ۔ ہر اجلاس میں اسی بات کی رٹ لگائی جاتی ہے ۔ اور قراردادیں پاس کی جاتی ہیں ۔ معلوم نہیں وہ کونسا مبارک دن ہوگا جہاں ان قراردادوں اور اعلانات کو عملی جامہ پہنایا جائے گا ۔ اور اعدائے اسلام کی مخالفتوں کے باوجود بوسنیا کے مسلمانوں کو اسلحہ فراہم کرکے ان کی جان اور ان کے ملک و مال کی حفاظت کا کوئی بندوبست ہوگا ۔

آخر میں ہم اسلامی وزرائے خارجہ کی خدمت میں یہ بھی گذارش کرتے چلیں کہ اگر آپ اپنے اعلان میں مخلص ہیں اور واقعی بوسنیا کے مسلمانوں کی خدمت کرنے کا عہد کر چکے ہیں تو آپ زبانی جمع خرچ کے بجائے عملی قدم اٹھائیں ۔ پوری دنیا کے مسلمان آپ کی پشت پر ہوں گے اور ہر طرح کی معاونت کرنا اپنا دینی اور اخلاقی فریضہ سمجھیں گے ۔

اگر مغرب کے وزراء اور اقوام متحدہ کے امراء اپنی فوجوں کی پریشان حالی کا تذکرہ کریں تو انہیں صاف کہدیا جائے کہ اگر آپ کو اپنی فوج کی ایک جان بوسنیا کے ہزاروں مسلمانوں کی جانوں سے زیادہ عزیز ہے تو انہیں واپس بلا لیجئے ۔ یہاں اسلامی ممالک کی افواج کا تعین کر دیا جائے گا ۔ پھر دنیا کو پتہ چل جائے گا کہ بوسنیا کے مسلمانوں کے خون سے کن کن کے ہاتھ رنگین ہیں ۔ کون یہاں امن کے نام پر مسلم اقلیتوں کا صفایا کرنے پر تلا بیٹھا تھا ۔ وما علینا الا البلاغ المبین ۔ (بقیہ صفحہ نمبر ۲۵ سے)

کے لیے معصوم انسانوں، بے گناہ ہستیوں اور ہر حیثیت سے باکمال بزرگوں (صحابہ رض) کی ضرورت ہے [۳۱]

آخر پر ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پاک ہستیوں کی خدمت اور ان کی عظمت کو اجاگر کرنے کی توفیق دے ۔ اور اس کتاب کو زیور تحقیق سے آراستہ و پیراستہ کرنے کی ہمت نصیب کرے، آمین ۔

وصلی اللہ علیٰ رسولہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین الیٰ یوم الدین ۔

---

[۳۱] دیکھئے خطبات مدراس ص ۲۸ ۔ ۲۹ مطبوعہ مجلس نشریات اسلام کراچی ۔

Hamdard
Cinkara
300 mls.
A HERBO-MINERAL COMPOUND
FOR THE WHOLE FAMILY—
ALL THE YEAR ROUND
Hamdard Laboratories (Waqf) Pakistan
سنکارا

سید الطائفہ مولانا سید سلیمان ندوی کا نظریہ دعوت و تبلیغ

اسلام میں تبلیغ و دعوت کی جو اہمیت ہے ۔ وہ محتاج بیان نہیں ۔ امتِ مسلمہ ایک داعی امت ہے ۔ جس کا آسمانی صحیفہ دعوت کے نغموں سے پر شور اور جس کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسوہ سراپا تبلیغ ہے ۔ تاہم یہ دعوت و تبلیغ ایک خاص ترتیب اور اپنے حکیمانہ اصول و آداب رکھتی ہے ۔ جس کے بغیر ہر کلمہ خیر شر کا باعث اور ہر تحریک عمل ضلالت کا ذریعہ بن سکتی ہے ۔ اس لیے حضرت سید الملة رحمہ اللہ تعالےٰ اپنے مسترشدین کو اس پر نار گھاٹی کے نشیب و فراز سے اور اس کی نزاکتوں سے آگاہ فرماتے رہتے تھے ۔ اور اس میدان میں اترنے سے پہلے جن اوصاف و محامد کی ضرورت ہے ۔ ان کے پیدا کرنے کی پیہم تلقین تھی ۔ تبلیغ و دعوت کے متعلق حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کا خاص نظریہ تھا ۔ وہ نہیں چاہتے تھے ۔ کہ سالکین بغیر اپنی اصلاح کے اس میدان میں کود پڑیں ۔ حضرت شیخ کے نزدیک سالک کو پہلے اپنی فکر کرنی چاہیئے ۔ اس کے بعد دوسری طرف متوجہ ہو ۔ ورنہ جو خود پاک نہیں وہ دوسروں کو پاک نہیں بنا سکتا ۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دعوت کی صحیح ترتیب یہ تھی کہ پہلے اپنی اصلاح کی فکر کی جائے اس کے بعد دوسروں کی ، یہ نہ ہو کہ اپنی اصلاح سے غفلت تام ہو ۔ اور دوسروں کے غم میں گھلنا شروع کرے اس سے نہ دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے اور نہ اپنی اصلاح ہوتی ہے ۔ جو خود مجسم تاریکی ہو ، وہ دوسروں کو کیا روشن کر سکتا ہے ، دلوں کی زندگی اللہ کے فضل اور زندہ قلوب کی تاثیر سے میسر آتی ہے ۔ مردہ دل کسی کی کیا مسیحائی کریں گے ۔ الفاظ کی رنگینی ، زبان کی روانی اور قلم کی جولانی سے دلوں کی ہدایت نہیں ہوتی یہ نورِ خداوندی عطیہ الٰہی اور زندہ دل بزرگوں کی صحبت سے میسر آتا ہے ۔ قلبی ہدایت کے بغیر منبر اور سٹیج کی تقریروں یا کتب و رسائل کی تحریروں سے وقتی جوش و تاثر تو پیدا ہو سکتا ہے علم میں بھی ایک گونہ اضافہ اور ذہنی تسلی بھی ایک حد تک ہو سکتی ہے ۔ لیکن روح و قلب کی دنیا شاذ ہی ان سے بدلتی ہے ۔ آرام باغ کراچی میں ایک جلسہ منعقد ہونے والا تھا داعی جلسہ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی ، کہ آپ جلسہ میں تشریف لے جاویں اور تقریر فرمادیں ۔ تاکہ ہماری اصلاح ہو جائے ۔ حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ نے انتہائی بلیغ جواب دیا ، " اصلاح آرام باغ میں نہیں ، حجرہ میں ہوتی ہے " سچ ہے ۔

نہ کتابوں سے نہ کالج سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

دوسروں کی فکر سے پہلے اپنی فکر

ایک طالب نے لکھا۔ "دل کا تقاضہ بار بار یہی ہوتا ہے۔ کہ دین کی خدمت کا کام مجھ سے بن جائے۔" محقق شیخ نے جواباً ارقام فرمایا۔

"دل کا تقاضا بجا ہے۔ لیکن اس کا منشاء یہ ہے کہ آپ دوسروں کی اصلاح کا کام کریں اس سے ایک دعویٰ کی صورت نکلتی ہے۔ یعنی یہ کہ آپ خود کو اپنی اصلاح سے فارغ پاتے ہیں۔ اور اپنے کو ہر نقص سے پاک اور کامل و مکمل سمجھتے ہیں۔ نوے فی صد لوگ اسی غلطی میں مبتلا ہیں۔ اور اس لیے دوسروں کی اصلاح کے لیے تو بے تاب ہیں۔ مگر اپنی اصلاح سے فارغ ہیں۔ اور یہی سبب ہے کہ ہمارے اندر کام کے آدمی پیدا نہیں ہوتے۔ اگر آپ اپنے ہاتھوں سے ناپاک کپڑے کو پاک کرنا چاہتے ہیں۔ تو آپ کا فرض ہے۔ کہ پہلے آپ اپنے ہاتھوں کو پاک کریں۔ اس لیے دوسروں کی فکر سے پہلے اپنی فکر کر لیجئے۔ اور اس حکیمانہ فقرہ کا مطلب سمجھئے۔ "اوّل خویش بعدہٗ درویش" اس لیے میری نصیحت ہے کہ دوسروں کی برائیوں اور عیبوں پر نظر ڈالنے سے پہلے خود اپنی برائیوں اور عیبوں پر نظر ڈالیے۔

پڑی اپنے عیبوں پہ جب نظر
تو جہاں میں کوئی برا نہ رہا

اب ذرا پرائے اور بیگانہ سے قطع نظر کر کے تھوڑی دیر اپنی ہی تاک میں آپ بیٹھیے اور غور کیجئے، کہ آپ میں کیا عیب ہے ...."

اسی طرح ایک دوسرے طالب نے لکھا "اصلاح خلق کا خیال چھا جاتا ہے۔ اور اپنی طبیعت کڑھتی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ اللہ اپنے دین کے پھیلاؤ کا ذریعہ اور سبب بنائیں۔" سیدی قدس سرہٗ نے لکھا۔ "جی ہاں اس اصلاح خلق سے مقصود پس پردہ اپنی اصلاح ہونی چاہیئے۔ ورنہ جو خود پاک نہیں وہ دوسروں کو پاک نہیں بنا سکتا۔"

دوسرے مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا۔

"دوسروں کے افادہ پر نظر رکھنے سے پہلے اگر اپنے استفادہ پر نظر نہ رہے، تو افادہ مؤثر بھی نہیں ہوتا، اپنے نفس کا حق دوسروں کے حقوق سے اہم و اقدم ہے۔ ولنفسک علیک حقا۔ اس لیے پہلے اپنی ہی خواہی کیجئے، پھر دوسروں کی، استادی تک پہنچنے سے پہلے استاد بننے کی غلطی سے محفوظ رہیئے۔ آپ تبلیغی جماعت کے ساتھ کام تو کریں مگر نظر اپنے اوپر رہے۔

اور اپنی درستی کی نیت ہو۔

اسی طالب نے حضرت سیدی قدس سرہ کو لکھا کہ " اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ اب طبیعت اپنے کو بھلا کر دوسروں کے فکر میں سرگرداں نہیں رہتی۔ جواباً ارقام فرمایا۔

" بالفعل یہ کیفیت اچھی ہے۔ ایک وقت آئے گا، انشاء اللہ تعالیٰ جب فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۔کی تعمیل ہوگی۔ مگر فطری ترتیب یوں ہی ہے۔ کہ اوّل خویش بعدہ درویش "

ایک طالب کو جو تبلیغی جماعت کی سرگرمیوں میں حصّہ لیتے تھے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا

" اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی میں برکت دیں۔ اس تبلیغی سلسلہ میں صرف ایک احتیاطی تنبیہ کی ضرورت ہے۔ اور وہ یہ کہ غیر کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح پر نظر رہے۔ اور غیر کی اصلاح کی فکر بھی اپنی اصلاح اور حصول اجر کی خاطر ہو۔ تفوق اور دینی بڑائی کا خیال بھی نہ آئے "

ایک اور طالب نے لکھا " طبیعت چاہتی ہے کہ سوائے اپنی اصلاح کی فکر کے اور کوئی کام نہ کیا [illegible]جائے۔ اس وجہ سے تبلیغ میں بھی رکاوٹ ہوتی ہے۔ کیا یہ جذبہ صحیح ہے " حضرت شیخ نے رقم فرمایا۔ " بے [illegible]شبہ اول خویش بعدہ درویش ہے۔ پہلے خود بنئے پھر دوسروں کو بنایئے، یہ جذبہ صحیح ہے " دوسرے گرامی [illegible]نامہ میں تحریر فرمایا۔ " یہ جذبہ بالکل صحیح ہے۔ اگر ہمارے ہاتھ گندے ہوں۔ تو ان ہاتھوں سے ہم دوسروں [illegible]کو پاک نہیں بنا سکتے "

ایک طالب نے لکھا " طبیعت قوم کی خدمت اور کام کرنے کو چاہتی ہے۔ لیکن گھر والوں کی خدمت اور [illegible]می خدمت ایک دوسرے کی منافی معلوم ہوتی ہے! کسے ترجیح دی جائے؟ " حضرت والاؒ فرماتے ہیں۔

" قومی خدمت کیا چیز ہے؟ گھر والوں کی خدمت تو میں سمجھا۔ قومی خدمت تو کوئی چیز مجھے معلوم نہیں ہوتی، ہاں دین کی خدمت اور مسلمانوں کی خدمت تو میں جانتا ہوں، مگر اس خدمت کے لیے تیاری کی ضرورت ہے، جو ابھی آپ کو حاصل نہیں، ابھی آپ اپنی خدمت کیجئے۔

اس زمانے میں یہ مرض عام ہے۔ کہ مسلمان عموماً اپنی اصلاح کی فکر سے بے نیاز رہ کر ملت کی [illegible]بوں حالی اور تباہی کا رونا روتے ہیں۔ گو کچھ لوگوں کا جذبہ حسن نیت پر مبنی ہوتا ہے۔ مگر مرض کا ازالہ مرثیہ [illegible]انی اور کفِ افسوس ملنے سے نہیں ہوتا بلکہ اس کا صحیح علاج پہلے اپنی اس کے بعد دوسروں کی اصلاح ہے

محمد داؤد جان مرحوم ایک صالح اور ملت کا درد رکھنے والے مسلمان تھے۔ انھوں نے حضرت الملۃ [illegible]حمۃ اللہ تعالیٰ کو ملت کی زبوں حالی کی پراثر داستان لکھ بھیجی، اس کا جو جواب حضرت شیخ نے مرحمت فرمایا۔ [illegible]وہ ملّت کی اصلاح کا درد رکھنے والے ہر سچے مسلمان کے لیے سرمہ بصیرت ہے۔ پورا خط درج ذیل ہے۔

إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

مکرمی دمحترمی۔ وفقکم اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا عنایت نامہ ملا۔ اور آپ کے مذہبی ولولوں کی بڑی قدر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھ کر اپنی اصلاح اور تزکیہ کی بیش از بیش توفیق عنایت فرماویں۔

آپ کا کہنا سب صحیح ہے۔ لیکن اصلاح کی تدبیر کیا ہے۔ وہ لوگوں پر یا مسلمانوں پر ماتم نہیں ہے۔ بلکہ سب سے پہلے خود اپنی حالت پر ماتم ہے۔ اور جب اپنی اصلاح سے فراغت ہو جائے تو دوسروں کی فکر ہو۔ صرف دوسروں کی فکر صرف زبان سے کرنا اور اپنے سے غافل رہنا لیڈرانہ شان ہے۔ میری مخلصانہ خواہش ہے۔ کہ ہم لوگ سب سے پہلے اپنے اپنے احوال پر نظر کریں۔ اپنی صحت روحانی واخلاقی ودینی کی فکر کریں۔ اس کے ساتھ اپنے اہل وعیال اور اپنے خاندان کی خبر گیری کریں۔ اور ان کی اصلاح کی فکر میں لگیں۔ انشاء اللہ اگر ہم اس طرف متوجہ ہوں گے۔ تو سارے مسلمانوں کی حالت بدل جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت وبرکت کے ہم مستحق ہوں گے۔ کیا آپ اس نکتہ پر غور فرمائیں گے۔

والسلام سید سلیمان ۲ مئی ۱۹۵۱ء

اسی طرح ایک دوسرے طالب کو ارقام فرمایا۔

"بے شبہ امت مرحومہ کی پریشان حالی اور پراگندگی کی کیفیت آپ کو متاثر کرتی ہوگی، مگر غور کیجئے کہ اس کا علاج آپ کے ہاتھ میں ہے۔ جب آپ کی استطاعت سے وہ چیز خارج ہے۔ تو اس کی فکر میں پڑ کر اپنا وقت آپ کیوں ضائع کرتے ہیں۔ یہ تو لیڈرانہ قسم کا ایک مرض ہے۔ آپ کو اختیار اپنے اوپر اور اپنے اہل وعیال اور متبعین کے اوپر ہے۔ آپ اپنی اور ان کی اصلاح کی فکر فرمائیں۔ کہ یہ آپ کی استطاعت میں ہے۔ آپ کی شدتِ احساس سے متاثر ہوا، خدا کرے کہ یہ احساس صحیح موقع پر صرف ہو۔"

اس کی مزید تشریح دوسرے مکتوب گرامی میں اس طرح فرمائی ہے۔

"میرا مقصد یہ تھا کہ انسان کو پہلے اپنی پاکی کی کوشش چاہیئے، اس کے بعد دوسرے کی فکر چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ موجودہ سیاسی لیڈروں کی طرح دوسروں کی فکر تو ہو۔ مگر خود اپنی فکر سے غفلت تام ہو۔ اس سے نہ اپنا ہی بھلا ہوتا ہے۔ نہ دوسروں کا۔"

اسی قسم کی ایک اور تحریر کے جواب میں ارقام فرمایا۔

"آپ کا خط پاکر بہت خوشی ہوئی، کہ آپ کے دل میں دین کا درد ہے جو اس زمانے کے مسلمان نوجوانوں میں کم ہے۔ آپ نے جو تجویز سوچی ہے وہ سردست ناممکن العمل ہے۔ آپ ماشاء اللہ ابھی نوجوان ہیں۔ خیالات کی وسعت میں سرگرداں ہیں، بہتر یہ ہے، کہ آپ دوسروں کو چھوڑ کر پہلے خود اپنی اصلاح کی فکر کریں، آپ ماشاء اللہ سعادتمند ہیں۔

شنو این پند از حافظ کہ از جاں دوست تر دارند جوانانِ سعادت مند پند پیر دانا را

حضرت والا کو ایک طالب نے تحریر کیا کہ "اللہ تعالیٰ مجھے دین کی خدمت اور عالم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والے طریقۂ زندگی کی ترویج کا ذریعہ بنائے"، حضرت سیدیؒ نے جواب تحریر فرمایا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے یہ کام لیں۔ اور آپ کو پہلے اپنا بنائیں اور پھر دین کی خدمت کا ذریعہ آپ کو بنائیں اور بتائیں۔

اس مختصر دعا میں صحیح دینی دعوت کا خلاصہ ہے کہ دعوت کی پہلی شرط اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات کا قرب و تعلق ہے، جو اصلاح ظاہر و باطن کا حاصل اور طاعتِ الٰہی اتباع نبوی اور ذکر غالب کا ثمرہ ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی کا تعلق ہے، جو داعیان حق کی ہر حالت میں دستگیری و رہنمائی کرتا ہے۔ عالم میں ہدایت کے ان چراغوں کی روشنی اسی تعلق سے عبارت ہوتی ہے۔ یہ تعلق جتنا قوی ہوگا۔ اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا پرتو اس داعی کے ذریعہ منعکس ہوکر دلوں اور روحوں کو ہدایت کے نور سے معمور کرتا رہے گا۔

تعلق مع اللہ کے ساتھ دین کی خدمت کا طریقہ بھی عنداللہ صحیح ہونا ضروری ہے ورنہ انسان بعض اوقات اپنے زعم میں ایک کام دینی خدمت سمجھ کر کرتا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ دین کو نقصان پہنچا دیتا ہے اس لیے دعوت کا علیٰ منہاج النبوۃ ہونا ضروری ہے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی جماعت کے دو مخلص خادم حاضر ہوئے اور دعوت پر گفتگو شروع ہوئی۔ ہمارے سیّد صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا۔ مولانا الیاس تو مامور من اللہ تھے، ورنہ کہاں بنگلہ والی مسجد اور کہاں اللہ تعالیٰ کا حرم اور بدر کا میدان" (اشارہ تبلیغی کام کے ان مقامات تک پہنچنے کی طرف تھا) ان حضرات میں سے ایک صاحب (مخدومی محمد شفیع قریشی) نے عرض کیا مولانا (الیاس) فرماتے تھے کہ "یہ کام تو ہمیں نظر آرہا ہے۔ کہ ہو کر رہے گا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اصولوں کے مطابق ہو۔" فرمایا "جی ہاں' اصولوں کی پابندی ضروری ہے" پھر نیاز مند سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ مولانا الیاس کی سوانح کا مقدمہ جو میں نے لکھا ہے۔ آپ نے پڑھا ہے" میں نے اثبات میں جواب دیا۔" فرمایا۔ اس کی شرح لکھ سکتے ہو، مقدمہ گو مختصر ہے لیکن قرآن و حدیث سے مطابقت دے کر اس کو بڑھایا جاسکتا ہے۔" اس واقعہ کے نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت والاؒ تبلیغی دعوت کا دینی اصولوں کے مطابق

ہونا نہایت ضروری سمجھتے تھے۔ ورنہ وہ سراسر فتنہ بن سکتی ہے۔ ایک مرتبہ راقم سے فرمایا۔ لوگوں کو سختی سے دین کی طرف نہیں بلانا چاہیئے انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا منشاء شفقت تھی، لوگوں کو اپنی ہمدردی کا یقین دلایئے، پھر پیار سے دین کی طرف بلایئے۔

تو برائے وصل کردن آمدی ۔۔۔ نے برائے فصل کردن آمدی

ایک صاحب کو جنہوں نے اپنے متعلق جرأت حق کی کمی اور مداہنت کا اندیشہ ظاہر کیا تھا، ارقام فرمایا

"جرأت حق نام حق کو خوبی اور نرمی کے ساتھ ظاہر کر دینا ہے۔ سختی اور سخت کلامی کی ضرورت نہیں۔ کہ وہ تو کام کو اور خراب کر دیتی ہے۔ "اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ" (نحل - ۱۶)

ایک دوسرے گرامی نامے میں تحریر فرماتے ہیں۔

"حق گوئی ہو مگر اس طرح کہ کسی کی دل آزادی نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام دیکھیں تو اس موقع پر حق گوئی مفید ہے۔ جب لوگ آپ کی بات سننے کو آمادہ ہوں۔ ورنہ قلب سے اس کو برا سمجھیں"۔

اس کا ہرگز یہ مفہوم نہیں کہ حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے متوسلین کو دعوت و تبلیغ سے منع فرماتے تھے، بلکہ حضرت کا یہ منشاء تھا کہ دعوت سے پہلے اپنی اصلاح ہو اور دعوت صحیح اصولوں کے مطابق ہو۔ ورنہ دعوت و تبلیغ کا جو جذبہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں تھا، اس کی مثالیں کم ملیں گی۔ ایک مرتبہ نہایت درد سے فرمایا۔

"آج سب دعوتیں موجود ہیں، لیکن دین کی دعوت (جیسی ہونی چاہیئے) موجود نہیں تمام نظام و مجلس دعوت کے زور سے قائم ہیں۔ سوشلزم ہو یا جمہوریت، لیگ ہو کانگرس ہر چیز دعوت سے قائم ہے، یہ اسلام کی کرامت ہے۔ کہ اندر باہر سے اس قدر مار اور زد پڑنے کے باوجود کچھ لوگ اب بھی اسلام پر قائم ہیں۔ اخبارات ہوں یا ریڈیو، سینما ہوں کہ مخالفین کے پروپیگنڈے ہر چیز مخالف جا رہی ہے۔ اسلام کے نام پر اسلام کو زک پہنچائی جا رہی ہے۔ اسلام کو سب آواز دیتے ہیں، مگر اسلام کی آواز پر کوئی نہیں جاتا"۔

سیرۃ النبی (پنجم) میں "جہاد بالعلم" کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

"جہاد کی ایک اور قسم جہاد بالعلم ہے۔ دنیا کا شر و فساد جہالت کا نتیجہ ہے۔ اس کا دور کرنا ہر حق طلب کے لیے ضروری ہے۔ ایک انسان کے پاس اگر عقل و معرفت اور علم و دانش کی روشنی ہے۔ تو اس کا فرض ہے۔ کہ وہ اس سے دوسرے تاریک دلوں کو فائدہ پہنچائے۔ تلوار کی دلیل سے قلب میں وہ طمانیت

بقیہ صفحہ ۵۵ پر

امپیکٹ انٹرنیشنل لندن کی چشم کشا رپورٹ

بنگلہ دیش پر عیسائیت کی یلغار

بنگلہ دیش کو صدی کے اختتام تک عیسائی ملک بنا لینے کا منصوبہ

عیسائیت پر تنقید نہ کرنے کی پابندی لگا دی گئی مشنریوں کو خلاف اسلام تبلیغ کی آزادی

(ترجمہ۔ جناب یونس حسرت حسن)

بنگلہ دیش سے حال ہی میں کراچی آنے والے ایک ممتاز عالم دین نے (نام ان کی درخواست پر نہیں لکھا جا رہا) انکشاف کیا ہے کہ بنگلہ دیش کے قیام کے بعد وہاں ۴۸ لاکھ مسلمان عیسائی ہو چکے ہیں اور عیسائی مشنری اداروں کا، جن میں زیادہ تر امریکہ اور برطانیہ کے لوگ شامل ہیں، اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ وہ اسی رفتار سے ملک کو اس صدی کے آخر تک عیسائی اکثریت میں تبدیل کر لیں گے۔ مشنریوں کی موجودہ تعداد وہاں ۲ لاکھ تک جا پہنچی ہے اور پورے ملک میں انکا وسیع جال پھیلا دیا گیا ہے۔ ان کے اثر و رسوخ کا یہ حال ہے کہ ان کے دباؤ پر ستمبر کے مہینے سے حکومت نے تمام مساجد اور مدارس کے علماء پر یہ پابندی عائد کر دی ہے کہ وہ اپنی تقاریر میں، خواہ وہ لاؤڈ اسپیکر پر ہوں یا اس کے بغیر، عیسائیت اور فروغ عیسائیت پر لب کشائی نہیں کریں گے۔ علماء کو عیسائی تنظیموں کی جانب سے دھمکی آمیز خطوط بھی بڑی تعداد میں موصول ہو رہے ہیں، جن میں پابندی کے قانون کی خلاف ورزی پر سخت نتائج بھگتنے کے لیے تیار رہنے کو کہا گیا ہے۔ اس پابندی کے خلاف احتجاج کا سلسلہ بھی جاری ہے، لیکن اس میں کسی سیاسی مہم کی طرح ابھی کوئی شدت پیدا نہیں ہوئی۔ بعض علماء نے تبلیغی جماعت سے، جو وہاں بلحاظ تعداد بڑی تنظیم ہے، رابطہ قائم کیا ہے اور جماعت کے اکابرین کو توجہ دلائی ہے کہ یہ سیاسی مسئلہ نہیں، خالصتاً دینی مسئلہ ہے۔ یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ اسلامی جمہوریہ بنگلہ دیش میں عیسائیوں کو تو اسلام اور پیغمبر اسلام پر تنقید کرنے اور مسلمانوں کو ان سے رشتہ توڑ کر عیسائیت قبول

کرنے کی تبلیغ کا حق حاصل ہو، لیکن علماء کو اسلام کی حقانیت بیان کرتے ہوئے عیسائیت کے عقیدۂ تثلیث اور دوسرے باطل عقائد پر زبان نہ کھولنے کی پابندی عائد کی جائے۔ واضح رہے کہ اس صدی کے آخر تک انڈونیشیا کو، جہاں مسلمانوں کی تعداد ۹۸ فیصد تھی، پہلے ہی عیسائی اکثریت میں تبدیل کرنے کا منصوبہ زیر عمل ہے جس کے نگراں امریکہ کے سابق صدر جمی کارٹر ہیں۔ وہ سال کا بیشتر حصہ یہیں گزارتے ہیں۔ مشہور مبلغ اسلام احمد دیدات یہ انکشاف کر چکے ہیں کہ انڈونیشیا میں عیسائیوں کی تعداد ۲۰ فیصد سے زائد ہو چکی ہے۔ عالم اسلام یوں ہی خوابیدہ رہا تو بلحاظ آبادی مسلمانوں کا یہ سب سے بڑا ملک منصوبے کے مطابق اس صدی کے اختتام تک عیسائیت کی گود میں جا گرے گا۔ (بشکریہ ہفت روزہ تکبیر)

اگست ۱۹۹۲ء میں ڈھاکہ کے کئی بنگالی اخبارات کی شہ سرخیاں تھیں۔

"حکومت نے بدطینت اور بدعنوان این جی اوز (NGOS) سے ہار مان لی"

"ہماری آزادی پر نقب لگانے کا منصوبہ"

"ایسٹ انڈیا کمپنی کا طرز عمل"

اور "حکومت این جی اوز کو لگام ڈالنے میں ناکام ہوگئی" وغیرہ وغیرہ۔

این جی اوز کے معنی ہیں نان گورنمنٹل آرگنائزیشن، یعنی غیر سرکاری تنظیم۔ ان تنظیموں کے متعلق، جن میں سے اکثر کا تعلق مغرب کے ترقی یافتہ ممالک سے ہے، یہ فرض کیا جاتا ہے کہ یہ ایشیا اور افریقہ کے نام نہاد ترقی پذیر ممالک میں رضاکارانہ مدد اور فلاح و بہبود کے کام میں مصروف ہیں۔ مذکورہ اخباری شہ سرخیاں بنگلہ دیشی حکومت کی جانب سے مغربی سفیروں کا دباؤ قبول کرتے ہوئے اپنے ہی کیے گئے فیصلے کو واپس لینے کے حوالے سے اخبارات کی زینت بنی تھیں جو "ادب" (ADAB) یعنی ایسوسی ایشنز آف ڈویلپمنٹ انجینئران بنگلہ دیش اور "سیبا" (SEBA) یعنی سوسائٹی فار اکنامک اینڈ بیسک ایڈمنسٹریشن کی رجسٹریشن منسوخ کرنے کے بارے میں تھا۔

گورنمنٹ بیورو فار این جی اوز کے ڈائریکٹر جنرل نے "سیبا" کی رجسٹریشن منسوخ کر دی تھی۔ اس منسوخی کی وجہ خورد برد اور ایک غیر ملکی سفارت خانے سے حکومت کی اجازت کے بغیر رقم کا وصول کیا جانا تھا۔ دوسری این جی او "ادب" کو حکومتی قواعد کی خلاف ورزی کا مرتکب اور سیاسی سرگرمیوں میں ملوث پایا گیا تھا۔ ان تنظیموں کے خلاف کارروائی کا فیصلہ وزیر اعظم سیکرٹریٹ میں ہونے والے ایک اجلاس میں کیا گیا، لیکن اپنے مربی سفارت خانوں کی مداخلت پر "سیبا" اور "ادب" فقط تین گھنٹے کی مختصر مدت میں واپس اپنے کام پر آگئیں اور حکومت بنگلہ دیش کو اپنے الفاظ نگلنے پڑے۔

یہ کہانی ایک مرتبہ پھر اب دہرائی گئی جب این جی او بیورو نے فنڈز میں خورد برد اور لوگوں کا مذہب تبدیل کرانے کی کوشش میں پیسے کے استعمال پر کچھ اور این جی اوز کی رجسٹریشن منسوخ کردی۔ انٹرنیشنل کرسچین فیلوشپ، فنش فری مشن، سیوا سنگھا اور ہیلپز ایڈوانس کمیٹی نامی یہ تنظیمیں بنگلہ دیش میں علانیہ عیسائیت کی تبلیغ کرتی ہیں۔ اس مرتبہ مغربی سفارت کار اکٹھے ہوکر وزیر اعظم سیکرٹریٹ گئے اور وزیر اعظم بیگم خالدہ ضیاء سے کہا کہ اگر ان "فلاحی" تنظیموں کی رجسٹریشن بحال نہ کی گئی اور ان کے خلاف مجوزہ فوجداری مقدمات قائم کرنے کا ارادہ ترک نہ کیا گیا تو بنگلہ دیش مغربی ملکوں کی امداد سے محروم ہوسکتا ہے۔ یہ دھمکی نہ تھی۔ وزیر اعظم بخوبی جانتی تھیں کہ صرف دو برس قبل ۱۹۹۲ء میں ان این جی اوز نے حکومت کے لیے مسئلہ کھڑا کردیا تھا اور امداد دینے والے ملکوں کے پیرس کنسورشیم نے (غیر ملکی این جی اوز کے) انسانی حقوق کی خلاف ورزی پر بنگلہ دیش کی مذمت کی تھی۔

مغربی سفارت کاروں کی دھمکی کے بعد فی الفور این جی او بیورو کے ڈائریکٹر جنرل شاہد العالم کا تبادلہ کردیا گیا۔ حالانکہ وہ اس وقت سرکاری دورے پر بیرون ملک تھے، لیکن بلاتاخیر بیورو کے نئے سربراہ کا تقرر عمل میں لایا گیا۔ ایجنسیاں پھر سے اپنے مشاغل میں لگ گئیں، یعنی بنگلہ دیش کے غریبوں کی روحیں خریدنے اور انہیں بچانے کا کام! اس فیصلے نے غیر ملکی این جی اوز کی طاقت کے ساتھ ساتھ بنگلہ دیش حکومت کی بے طاقتی کے بارے میں بھی سوال اٹھا دیئے ہیں۔

مقامی طبقوں کی جانب سے ان این جی اوز کے خلاف احتجاج کے کئی واقعات ہوچکے ہیں اور بنگلہ دیش کے کئی قصبوں میں ان تنظیموں کے سنگدلانہ طرز عمل کے خلاف غصے سے پیچ وتاب کھاتے ہوئے لوگ گلیوں میں نکل آئے اور بڑے بڑے مظاہرے کیے۔ ان کا مطالبہ تھا کہ حکومت سامراج کی اس تجدید شدہ شکل کے خلاف حرکت میں آئے قبل اس کے کہ قوم اپنے اسلامی تشخص اور ملک اپنی خودمختاری سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

تاہم یہ احتجاجات اور مظاہرے کوئی ایسی کہانی نہیں سنا رہے تھے جو پہلے سے حکومت کے علم میں نہ ہو۔ حکومت کی فائلوں میں تو ان این جی اوز اور ملک کے سماجی استحکام وسیاسی یک جہتی کے متعلق ان تنظیموں کی کارروائیوں میں پائی جانے والی سنگین بے قاعدگیوں کے بارے میں حساس معلومات تھیں۔ لیکن یہ کچھ نہ جانتے ہوئے کچھ نہ کرنے والا معاملہ نہیں تھا۔ یہ تو جانتے ہوئے بھی کچھ نہ کرسکنے والا معاملہ تھا۔

ایسے قابل موازنہ اعداد وشمار موجود نہیں ہیں جن کی رو سے پتہ چل سکے کہ دنیا کی دیگر "غریب" اقوام میں آبادی کے لحاظ سے این جی اوز کی کتنی بھرمار ہے، لیکن جہاں تک بنگلہ دیش کا تعلق ہے یہ ان درجن بھر ملکوں میں سرفہرست ہے جہاں غیر ملکی این جی اوز کا فی مربع میل   میں ارتکاز سب سے زیادہ ہے۔

اِک بھر میں بکھری ہوئی سولہ ہزار غیر ملکی فلاحی آرگنائزیشنوں اور ان کی ذیلی تنظیموں کے منظر نامے کو دیکھا جائے تو بنگلہ دیش میں ۲۰۰۵ غیر ملکی این جی اوز فی مربع میل پائی جاتی ہیں۔ بھارت، بنگلہ دیش سے ۲۳ گنا بڑا ہے اور یہاں فقط ۱۰۸۹۵ این جی اوز ہیں، یعنی ایک این جی او فی ۲۰۵ مربع میل۔

ان این جی اوز کا اپنے بارے میں پھیلا ہوا امیج یہ ہے کہ وہ "ڈویلپمنٹ پارٹنرز" ہیں جو دنیا کے غریب اور ترقی پذیر ملکوں میں غربت مٹانے اور تعلیم و ترقی لانے کے لیے کام کرتے ہیں تاہم بنگلہ دیش کے چوٹی کے ماہرین معاشیات کے مطابق ان کے ملک میں تمول اور بادوسائل مغربی "پارٹنروں" کی فراوانی کے باوجود ملکی ترقی میں ان این جی اوز کا حصہ نہ صرف حقیر ہے، بلکہ سماجی لحاظ سے منفی بھی ہے۔

ڈاکٹر مقصود علی پلاننگ کمیشن کے رکن ہیں۔ انہیں ایسی کوئی شہادت نہیں ملی کہ بھاری فنڈز دینے کے باوجود ان علاقوں میں لوگوں کی شرح آمدنی میں کوئی اضافہ ہوا ہو جہاں این جی اوز نے اپنے منصوبے شروع رکھے ہیں۔ ڈاکٹر سید مصباح الدین، جہانگیر نگر یونیورسٹی میں معاشیات کے پروفیسر ہیں۔ ان کے بقول بھی ترقی کے دو اہم سیکٹروں یعنی زراعت اور صنعت میں این جی اوز کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ پروفیسر ہاشمی کے مطابق کاروباری قرضوں کی پیش کش سے فقط چند ایک لوگوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے، لیکن پسماندہ اور غریب علاقوں کے لیے ان این جی اوز کے پاس کچھ نہیں ہے۔

ڈاکٹر قاضی خلیق الزمان احمد ممتاز ماہر معاشیات اور بنگلہ دیش انیاں پرشد (بنگلہ دیش ڈویلپمنٹ انسٹی ٹیوٹ) کے صدر ہیں۔ انہوں نے ان خاص قسم کی ترقیاتی سرگرمیوں کے خیالی منبع کا سراغ لگایا جنہیں وہ "غربت کی دریافت" کہتے ہیں۔ یہ دریافت ورلڈ بینک کے سابق صدر میکنا مارا کی ہے۔ امریکی بنک میں آنے سے قبل میکنا مارا امریکہ کے سیکرٹری دفاع تھے، لیکن وہ "مشنری ہمدرد" بھی تھے۔ ڈاکٹر قاضی خلیق الزماں کے دعوی کے مطابق این جی اوز کے فیشن ایبل ناموں والے یہ منصوبے (مثلاً غربت مٹانے کا منصوبہ، ٹارگٹ گروپ پراجیکٹ، کام کے زیادہ مواقع پیدا کرنے کا منصوبہ اور غریبوں کی پیداواری صلاحیت بڑھانے کا منصوبہ وغیرہ) تیسری دنیا بشمول بنگلہ دیش کے معاشی ڈھانچے میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں لا سکے۔ فرض کر لیا گیا تھا کہ ایک بار جب ٹارگٹ گروپوں کی شناخت کر لی گئی، تو پھر غربت کا خاتمہ اور ترقی کے حصول کا مقصد بہت آسان ہو گا جب کہ حقیقت یہ ہے کہ معاشی وسائل ٹارگٹ گروپوں تک کبھی پہنچے ہی نہیں۔ اس طرح غربت ختم کرنے کے مقصد میں خصوصی ترقیاتی پروگرام معمولی اہمیت کے حامل تھے۔

۱۹۷۱ء سے ۱۹۹۱ء کی درمیانی مدت میں یہاں عیسائی مذہب قبول کرنے والوں کی تعداد ۲ لاکھ سے بڑھ کر ۴ لاکھ ہو چکی ہے۔ اس بارے میں عیسائی ذرائع اعداد و شمار کو کم ظاہر کرتے ہیں لیکن معلوم ہوا کہ

اگلے بیس برسوں میں ان تنظیموں کا ہدف عیسائی آبادی کو ۱۰ سے ۱۲ ملین تک پہنچانا ہے۔

اس بارے میں صحیح صحیح اعداد و شمار میسر نہیں ہیں کہ بنگلہ دیش میں سرگرم عمل این جی اوز کے پاس مجموعی سرمایہ کتنا ہے کیونکہ حکومتی قواعد کے باوجود کہ ان تنظیموں کو دیئے جانے والے یا ان کی طرف سے وصول کیے جانے والے فنڈز کے معاملات صاف شفاف ہونے چاہئیں، یہ تنظیمیں وصول کردہ فنڈز کی تمام رسیدیں حکومت پر ظاہر نہیں کرتیں۔ دس برس قبل ۱۹۸۴ء میں صرف عیسائی این جی اوز کی سالانہ اعلان کردہ رسیدیں کم از کم ۴۰ ملین ڈالر کی تھیں لیکن ورلڈ بنک، فوڈ فار ورک پروگرام، ایشین ڈویلپمنٹ بنک اور دیگر کئی امدادی اداروں کی جانب سے ان تنظیموں کو دی گئی امدادی رقوم کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ۸۴ ملین ڈالر سے بھی زیادہ تھیں۔ این جی اوز کو ان کی حکومتیں براہ راست فنڈز مہیا کرتی ہیں، لیکن اس کے علاوہ امداد دینے والے ملک اور غیر ملکی ادارے حکومت بنگلہ دیش کو دی جانے والی امداد کے سلسلے میں یہ شرط عائد کرتے ہیں کہ مذکورہ امداد کا ایک خاص حصہ ان کی نامزد کردہ این جی او یا این جی اوز کے توسط سے خرچ کیا جانا چاہیئے۔ مثال کے طور پر امریکہ یہ مطالبہ کرتا ہے کہ "فوڈ فار ورک پروگرام" کی نگران فلاحی تنظیم "CARE" ہو گی جو خود عیسائی تنظیم ہے تاہم اس پروگرام کے ملین ڈالرز کہاں جاتے ہیں؟ ان کا کوئی حساب نہیں۔

این جی اوز کے فنڈز اور وسائل کا تقریباً ۷۰ فیصد حصہ غیر ملکی رضا کاروں، ماہرین اور مشیران کی تنخواہوں، سفر خرچ اور دیگر الاونسز پر خرچ کیا جاتا ہے، ۱۵ فیصد حصہ بنگلہ دیشی سٹاف پر، ۱۰ فیصد دفتر اور انتظام و انصرام پر جب کہ فقط ۵ فیصد ٹارگٹ گروپوں پر خرچ کیا جاتا ہے جن کے بارے میں یہ تنظیمیں اتنا واویلا کرتی ہیں۔ ایک ایسے ملک میں جہاں کم از کم ماہانہ اجرت ایک ہزار ٹکا (۲۵ امریکی ڈالر) سے مشکل ہی سے بڑھ پاتی ہے وہاں کچھ این جی اوز کے سربراہان ایک لاکھ سے تین لاکھ ٹکا (۲۵۰۰ سے ۷۵۰۰ امریکی ڈالر) تک تنخواہ وصول کرتے ہیں۔ کچھ این جی اوز اپنے سربراہوں کی تنخواہوں کی ادائیگی تو ان کے اپنے وطن میں غیر ملکی کرنسی میں کرتی ہیں جب کہ بنگلہ دیش میں قیام کا رہائشی الاؤنس بھی دیتی ہیں۔ ایسی ایک برطانوی تنظیم نے اپنے پروگراموں کے افسر اعلیٰ کو بیرون ملک تنخواہ کی ادائیگی کے علاوہ ایک لاکھ ٹکا ماہانہ الاؤنس بھی دیا۔ اخراجات کی مدمیں یہ رقم ظاہر کرتی ہیں کہ اکثر این جی اوز اپنے فنڈز اپنے اعلان کردہ منصوبوں سے ہٹ کر دیگر مدوں میں منتقل کرتی ہیں۔

ڈاکٹر شیخ مقصود علی کی رائے میں این جی اوز کے ترقیاتی بجٹ کا تقریباً ۸۰ فیصد ٹارگٹ گروپوں کے بجائے "درمیان والوں" کی مٹھی گرم کرنے میں خرچ ہوتا ہے۔ پلاننگ کمیشن میں پیش کیے گئے این جی اوز کے منصوبے درست نہیں ہوتے اور اکثر ان میں غلط اور زیادہ اعداد و شمار پیش کیے گئے ہوتے ہیں اور رسل و رسائل، زمین اور دو سیکلز کی مدوں میں اخراجات کا تخمینہ اصل سے کہیں زیادہ ظاہر کیا گیا ہوتا ہے۔

گزشتہ برس این جی اوز بیورو انکوائری رپورٹ وزیر اعظم خالدہ ضیاء کو پیش کی گئی۔ رپورٹ کے مطابق این جی اوز کے بجٹ کا ۶۰ فیصد اپنے ماہرین اور عملے کی تنخواہوں اور الاؤنسز پر خرچ کیا گیا۔ خطیر رقوم نئے ماڈل کی کاریں اور مٹسوبشی، پجارو گاڑیاں خریدنے اور این جی او افسروں اور ماہرین کے لیے فائیو اسٹار ریسٹ ہاؤس کی تعمیر پہ خرچ کی گئیں۔

بیورو کے آڈیٹروں نے ایک سو این جی اوز کے اکاؤنٹس چیک کئے تو یہ عقدہ کھلا کہ ان میں سے ۸۰ فیصد مالی بدعنوانیوں اور بے ضابطگیوں میں ملوث ہیں حتیٰ کہ ان کے اپنے خفیہ بنک اکاؤنٹ بھی ہیں۔ یہ بھی ہے کہ این جی اوز کسی منصوبے کے لیے مختص تمام رقم بالضرور اسی منصوبے پر خرچ نہیں کرتی ہیں، بلکہ زیادہ تر رقم غائب کر لی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر "میونائٹ سنٹرل کمیٹی" (MENONITE CENTRAL COMMITTEE) نامی ایک این جی اوز نے ۴۸ء۱ ملین ٹکا بہبود اور بحالی کی مدمیں نکالا، لیکن مبینہ طور پر ۲۷۲۱ ٹکے تقسیم کیے۔ آڈیٹروں کا کہنا ہے کہ آڈٹ کے دوران سامنے آیا کہ "CARITAS" کی جانب سے ۵۰ لاکھ ٹکا اور "BADS" نامی این جی او کی جانب سے ۱۰۱۲ ملین ٹکا سمندری طوفان کے متاثرین کی بحالی کے بہانے غلط مدوں میں استعمال کیا گیا۔

این جی اوز کی بڑی تعداد عیسائی واقع ہوئی ہے۔ اگرچہ بالعموم ان کے ناموں سے یہ حقیقت آشکار نہیں ہوتی۔ ان میں سے کچھ تو علانیہ کہتی ہیں کہ وہ انجیلی ہیں جب کہ اکثریت کی مثال جیسے کی "کھونٹیوں" جیسی ہے۔ یہ "کھونٹیاں" اپنے طریقہ واردات میں بے حد عیار اور چالاک ہیں۔ یہ اپنی تبلیغی دلچسپیوں کا اظہار نہیں کرتیں۔ ان کا کام یہ ہے کہ (اعتقادی عیسائیت اختیار کرنے والوں) کو دنیاوی آسائشات بہم پہنچائیں۔

این جی اوز فنڈز اور امدادی رقوم سے بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر سیاسی اثر و رسوخ بھی خریدتی ہیں۔ سرکاری اہلکاروں اور سیاستدانوں کی ملکیت عمارتوں اور گھروں کو فیاضانہ شرائط پر لیز پر لیا جاتا ہے اور ان کے بیٹوں، بیٹیوں اور دیگر عزیز و اقارب کو بے کام کی نوکریاں دی جاتی ہیں۔ اگر بنگلہ دیش میں آپ خوش لباس ہیں، آپ کے ایک ہاتھ میں جدید قسم کا بریف کیس ہے اور آپ جاپانی ساخت کی چمکتی دمکتی پجارو گاڑی میں سوار ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کسی این جی اوز کے افسر ہیں۔ بنگلہ دیش میں کسی این جی اوز کے ساتھ تعلق کا مطلب ہے کہ آپ کوئی "شخصیت" ہیں۔

این جی اوز کی سرگرمیوں میں سے ایک یہ ہے کہ چاول چھانٹنے والی مشین خریدنے، مرغیاں پالنے اور چھوٹی موٹی دکانداری کے لیے لوگوں کو چھوٹے قرضے دیے جاتے ہیں لیکن رقوم کی واپسی کا روزانہ، پندرہ روزہ اور ہفتہ وار نظام ایسا ہے کہ قرضہ لینے والے ان پڑھ لوگ ۲۵ فیصد سے ۳۰ فیصد تک سود ادا کرتے ہیں۔ "پرا اشیاء سنابک انیان کندرا" نامی این جی او مبینہ طور پر ۲۲۶ فیصد سود وصول کرتی ہے۔ این جی او بیورو کی انکوائری رپورٹ

بقیہ صفحہ ۵۵ پر

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

ڈاکٹر محمد اعزاز الحسن شاہ
ایم اے پی ایچ ڈی

کتاب "الریاض النضرہ فی فضائل العشرۃ" کا تحقیقی جائزہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلّی علی رسولہ الکریم وبعد

یہ کتاب جس کا نام الریاض النضرۃ ہے یہ عشرۃ مبشرۃ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل و مناقب پر محیط ہے۔ اس کے مؤلف محب الدین الطبری کے نام سے مشہور ہیں اور ان کا پورا نسب یوں بیان کیا جاتا ہے۔ احمد بن عبداللہ بن محمد الطبری [1] ابو العباس محب الدین یا احمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی بکر بن محمد بن ابراہیم محب الدین ابو العباس الطبری [2] یا احمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی بکر بن محمد بن ابراہیم الطبری [3] یا ابو جعفر احمد بن محمد الطبری [4] نسب کے ساتھ "المکی الشافعی" کا لاحقہ تمام مراجع نے بالالتزام بیان کیا ہے۔

ان کی پیدائش ۶۱۵ھ اور وفات ۶۹۴ھ میں ہوئی۔ پیدائش اور وفات کے لحاظ سے یہ مکی ہیں جیسا کہ الاعلام نے اس کی تصریح کی ہے "حافظ فقیہ" شافعی متفنن من اہل مکۃ مولداً ووفاۃ" یعنی "حافظ فقیہ شافعی المسلک مختلف علوم وفنون میں دسترس رکھنے والے وفات و پیدائش کے لحاظ سے مکی" ہیں [5]، ان کی وفات جمادی الاخری ۶۹۴ھ میں ہوئی۔

جمادی الاخری میں وفات کی تصریح صرف معجم المؤلفین میں مذکور ہے [6] باقی مراجع نے اس کو ذکر نہیں کیا صرف ہجری سال کا ہی ذکر کیا ہے یہ اپنے دور کے اونچے درجے کے شیوخ میں سے تھے۔

---

[1] دیکھئے الاعلام ص۱۵۳ جلد ۱۔ [2] دیکھئے ہدیۃ العارفین ص۱۰۱ ج ۱۔
[3] " کشف الظنون ص۹۳۷ ج ۱۔
[4] " معجم المؤلفین ص۲۹۸ ج ۱ [5] " الاعلام ص۱۵۳ ج ۱
[6] " معجم المؤلفین حوالہ سابقہ

جیساکہ الاعلام میں مذکور ہے " وکان شیخ الحرم فیھا"، ۷؎ یعنی حرم پاک کے شیخ اور امام تھے اور معجم المؤلفین کے قول سے اس سابقہ قول کی تصدیق ہوتی ہے چنانچہ معجم المؤلفین میں مذکور ہے " محب الدین ابوالعباس شیخ الحرم ۸؎ حرم پاک کے اس ماحول میں رہ کر اللہ تعالیٰ نے ان سے دین کی ایسی خدمات لیں جو کہ رہتی دنیا تک یاد رہیں گے۔ امت مسلمہ کے ان پاکیزہ افراد نے دین کا ہر لحاظ سے تحفظ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار ساتھیوں کی زندگیوں ان کے اوصاف، فضائل اور کارناموں کو امت کے آخری فرد تک پہنچانے کے لیے بیش قیمت قربانیاں کیں، ہر تابناک صبح کے لیے ایک سیاہ تاریک اندھیری رات ہوا کرتی ہے یہ فطرت اور قدرت کا اصول ہے۔ اس سیاہ تاریک رات کی اس سیاہی کو ستاروں کے روشنی میں تبدیل فطرت و قدرت ہی کرتی ہے مگر ستاروں کو روشنی کے آگے بھی اندھیرے کے گہرے بادل چھا جاتے ہیں جن کی ظلمت و سیاہی پھر سے صبح کا سویرا کا ہی دور پرے پھینکتا ہے اور آفتاب کی تیز شعاعوں کے سامنے اندھیرے کے پاؤں نہیں جمتے، یہی قانون قدرت ہر چمکتی اور ابھرتی ہوئی چیز کے سامنا آجاتا ہے۔ بعض کور چشم اپنی کور چشمی کی بنا پر آفتاب کی شعاعوں اور ستاروں کی روشنی سے ان بن کر بیٹھتے ہیں، اور فطرت کی مخالفت میں مارے جاتے ہیں۔

اس امت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے سورج ہیں، جب کہ آپ کے ساتھی ستاروں کی مانند ہیں، جن سے ہدایت چھن چھن کر امت تک پہنچی ہے۔ یہ امت میں ہدایت کا معیار ہیں۔ دین کا ستون ہیں، ان کی صفات قرآن مجید میں جابجا بیان ہوئی ہیں۔ ان کے ایمان کو ایک معیار قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ مذکور ہے۔

فان آمنو بمثل ما آمنتم بہ فقد اھتدوا ۹؎ یعنی لوگ اگر ان جیسا ایمان اپنے میں پیدا کریں گے تو ہدایت یافتہ ہوں گے۔

جب قرآن مجید نے ان کے ایمان کو ایک معیار قرار دیا تو امت نے زبان نبوت سے نکلے ہوئے ان کے فضائل و مناقب کو یکجا کرنے میں اپنی عافیت سمجھی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعداد دور نبوت تک ایک لاکھ سے زائد بتائی جاتی ہے۔ اور ان کے مجموعہ احوال کا نام اسماء الرجال

۷؎ دیکھئے الاعلام حوالہ سابقہ ۸؎ دیکھئے معجم المؤلفین حوالہ سابقہ۔
۹؎ البقرہ آیت : ۳۱

ہے ۔ ایک مشہور جرمن ڈاکٹر اسپنگر حافظ ابن حجر کی کتاب "الاصابہ فی احوال الصحابہ" کے انگریزی ایڈیشن کے مقدمہ میں (جو کہ کلکتہ ۱۸۵۳ء ، ۱۸۶۴ء میں چھپی) لکھتا ہے "جس کا اردو ترجمہ یوں ہے ۔

"کوئی قوم دنیا میں ایسی گذری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے ۔" ۱۰

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر لکھی جانے والی صرف عربی زبان میں کتب اس قدر بے شمار ہیں کہ ان کا احاطہ صرف اور صرف کوئی معجم یا ڈکشنری ہی کر سکتی ہے ۔ چنانچہ اخبار التراث الاسلامی جو کہ کویت سے چھپتا ہے اس نے اپنے ۱۳ شماروں میں ایک غیر مطبوع معجم کے حوالے سے ان تمام مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب کا پتہ چلایا ہے جن کی تعداد ۸۴۸ تک پہنچی ہے ۔ اگر یہ سارا ذخیرہ چھپ کر منظر عام پر آجاتے تو علمی دنیا میں کیا ہی انقلاب بپا ہو جائے ۔

اس مطبوعہ لٹریچر میں زیر بحث کتاب بھی ہے ، جس کے مؤلف کا ذکر پہلے ہوا ہے ۔ یہ کتاب فضائل عشرہ مبشرہ پر محیط ہے ۔ اس کتاب کو مؤلف ؒ نے ساتویں صدی ہجری کے اواخر تک ترتیب دیا ۔ تحقیق کے ایک نئے فن سے بعد میں کام کرنے والوں کو روشناس کرایا ۔ روایات اور آثار کو یکجا کرنا یہ کوئی آسان کام نہیں ، اس کے لیے مدتوں کتب کی ورق گردانی کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اس کی دقت کا اندازہ اس میں ہوتا ہے جو کہ تحقیق کے میدان سے گذرا ہو یا جس کو اس سے سابقہ ہو ، بہرحال مؤلف ؒ کا یہ امت پر بہت احسان ہے کہ انہوں نے فضائل پر مشتمل ایک معجم یعنی ڈکشنری امت کے ہاتھوں میں دے دی اور واقعی نام کی مناسبت کا پورا دھیان اور خیال رکھا یعنی "الریاض النضرۃ" ہرا بھرا مسکراتا ہوا باغ ، جس سے جب نسیم صبح کا گذر ہو تو ہر دماغ کو معطر کر دے ۔

اس کتاب کا انتخاب جن کتب سے کیا گیا ۔ اس کی فہرست اتنی طویل ہے کہ غور سے پڑھنے والے کو پورا ایک آدھ گھنٹہ درکار ہے ۔ شاید ہی کوئی کتب ان کے مطالعہ سے رہ گئی ہو اس دور کی جمع لائبریری کو انہوں نے نظر سے گذار دیا ۔ کتب کی یہ فہرست مقدمہ کے ساتھ موجودہ مطبوعہ کتاب کے صفحہ ۱۳ سے شروع ہو کر صفحہ ۱۷ پر منتہی ہوتی ہے ۔ ۱۱

مقدمہ انتہائی مختصر ہے ۔ اس مقدمہ میں مؤلف نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی منقبت عظمت کو

---

۱۰ خطبات مدراس علامہ سید سلیمان ندوی ص ۵۱ ۱۱ الریاض النضرہ طبع ثانیہ ۱۹۵۳ مطبوعہ مصر دار التالیف

بیان کرنے کے ساتھ مخالفین صحابہ کی طرف سے ہونے والے رکیک حملوں اور نشانوں کا ذکر کیا اور اس کا رد قرآنی آیات سے کیا، جن قرآنی آیات کا سہارا لیا وہ درج ذیل ہیں۔

مثلاً (۱) محمد رسول اللّٰہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم الخ

(۲) والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار الخ

ان کے ساتھ حدیث لو انفق احدکم مثل احد ذھباً ما بلغ مد احد ھم ولا نصیفہ ”یعنی اگر تم اُحد کے برابر سونا بھی خرچ کردو تو صحابہ کے خرچ کیے ہوئے ایک مُد کا بھی مقابلہ نہیں ہو سکتا۔“ اور پھر آخر مقدمہ پر اللہ تعالیٰ کی اس پر تعریف کی ہے کہ خدا نے ہمیں تمام صحابہ سے محبت کا طریق دیا ہے۔ جب کہ ان کی نافرمانی سے محفوظ رکھا ہے۔ [۲]

مقدمہ کی ترتیب کے بعد کتاب کو دو قسموں میں تقسیم کیا، پہلی قسم میں صحابہ منجملہ صحابہ بشمول عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے فضائل کو قیدِ ابواب میں بیان کیا۔ جب کہ دوسری فصل میں انفرادی طور پر پہلے خلفاء اربعہ اور بعد میں بقیہ عشرہ مبشرہ کے فضائل کو بالترتیب ابواب فصول کی شکل میں بیان کیا۔ پہلی قسم ص۷ سے شروع ہو کر ص۶۱ پر منتہی ہوئی ہے۔ جبکہ دوسری قسم ص۶۱ سے ص۳۴۷ تک، یہ دوسری قسم دو اجزاء پر مشتمل ہے پہلا جزء صفحہ ابتداء سے ص۲۸۳ تک اور اس جزء کی فہرست ص۲۸۵ تک، پھر دوسرا جزء ص۲۴۴ تک اور آخر پر اس جزء کی فہرست ص۲۸۴ تک تو اس لحاظ سے مجموعی کتاب کے صفحات کی تعداد ۷۱۳ بنتی ہے۔

مؤلفؒ نے احادیث اور آثار کے بیان کرنے وقت قارئین کی سہولت کے لیے سند کو مختصر کر دیا۔ اور اس حدیث یا اثر کے آخر پر اس کتاب کا نام درج کر دیا جس سے کہ اس حدیث کو لیا گیا ہے۔ ایک حدیث یا اثر مختلف کتب سے ماخوذ ہے۔ جتنے بھی ماخذ ممکن تھے ان کو نکال کر اپنی وسعت علمی کا ثبوت فراہم کیا۔

احادیث اور آثار کو صرف جمع کرنے پر ہی اکتفاء نہیں بلکہ احادیث اور آثار میں مختلف جگہوں پر تطبیق بھی پیدا کی، جس کا اندازہ قاری کو پڑھتے وقت ہوگا۔ پھر غریب الحدیث یعنی حدیث کے مشکل الفاظ کی شرح بھی مختصراً کر دی تاکہ قاری کو پڑھتے وقت کسی دوسری لغت یا معجم کی ضرورت نہ پڑے اور اس شرح سے پڑھنے کو بیک وقت دو چیزوں کا فائدہ ہوتا ہے ایک تو لغت کے مفردات سے شناسائی

---

[۲] دیکھئے الریاض النضرہ ص۱۲

اور اس کے علم میں لغوی اضافہ دوسرے حدیث اور اثر کا صحیح مفہوم اور مراد فوری طور پر ذہن میں آتے جانا۔

غریب الحدیث کے ساتھ الفاظ اور کلمات کا ضبط بھی مؤلف کی وسعت علمی کا پتہ دیتے ہیں غریب الحدیث کی شرح میں اس کا ضبط کلمہ کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اور اس کا مظاہرہ بھی پڑھنے والے پر بخوبی عیاں ہوگا۔ اگر کوئی حدیث پہلے گزری ہے یا بعد میں آنے والی ہے یا اس جگہ اس کا ذکر ضمناً ہو رہا ہو اس کا اشارہ بھی مؤلف ضرور کرتے ہیں، کہ یہ حدیث فلاں باب میں آئی ہے، یا آرہی ہے یا اس کا یہاں ضمناً ذکر ہے۔ اور پہلے یہ گزری ہے وغیرہ۔

اگر کسی جگہ فریق مخالف پر رد کرنا مقصود ہوتا ہے تو وہاں احسن طریق سے اس کا رد بھی کرتے ہیں اور اہلسنت کے عقیدے کا دفاع بھی کرتے چلے جاتے ہیں۔

اگر روایات کے بیان کرنے میں الفاظ یا کلمات کا فرق ہے تو اس کو بھی بیان میں لاتے ہیں کہ اس روایت کے یہ الفاظ اور دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں۔ تاکہ دونوں روایات کو باہم ایک کر دیا جائے۔ اگر کسی روایت میں الفاظ کی زیادتی ہے تو اس زیادتی کا بھی ذکر ضروری سمجھتے ہیں۔

مؤلف کے اس طرز بیان سے اگر قاری صرف ان کتب کی فہرست ہی تیار کرے جو کہ ہر روایت کے آخر پر مذکور ہیں تو اس کی علمی وسعت میں بے حد اضافہ ہو، پھر اگر مفردات الحدیث اور شرح کلمات کو ہی جمع کرے تو ایک لغت تیار ہو جائے۔ اگر کتاب کا بغور مطالعہ کرے تو صحابہ کی عظمت اس کے دل میں جاگزین اور اسے واقعی لذت اور حلاوت ایمانی نصیب ہو۔

مؤلف کا اسلوب تحریر و تالیف کی جھلک علامہ جلال الدین السیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی کتاب "جمع الجوامع" میں نظر آتی ہے، فرق صرف یہ کہ انہوں نے مراجع کو اشارات کی زبان میں ذکر کیا ہے مثلاً مسند احمد کو "حم"، سے بخاری کو "خ"، سے ترمذی کو "ت"، سے نسائی کو "ن"، سے مستدرک حاکم کو "ک"، سے وغیرہ پھر علی متقی الہندی اپنی تصنیف "کنز العمال" میں اسی طرح اشارات کو استعمال کرتے ہیں، اور ابن کثیر اپنی کتاب البدایۃ والنہایۃ میں اور ابراہیم بن عبداللہ الوصابی ۹۶۳ھ اپنی کتاب الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء میں علامہ محب الدین الطبری کے اصول تالیف و تصنیف کی طرز کو اپناتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اس انداز اور اسلوب تحریر سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ محب الدین الطبری نے تحقیق کا نیا انداز اختیار کیا جس کو بعد کے آنے والے مؤلفین نے اختیار کیا اور تحقیق کی نئی راہ ملی۔

تحقیق کا جدید اسلوب جو کہ حال ہی کی جدت پسندی ہے۔ جس میں کتاب کو مختلف زاویوں اور کونوں

سے دیکھا جاتا ہے۔ اس انداز سے زیر بحث کتاب "الریاض النضرہ" میں چند پہلو توجہ طلب ہیں۔ اگرچہ کتاب مطبوع ہے، اس کی تحقیق کا کام ہنوز باقی ہے۔

تحقیقی کام کے لیے کتاب کے قلمی نسخہ کا ہونا ضروری ہے اس کتاب کے چار قلمی نسخے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں دو نسخے مکتبہ الاسد جمہوریہ شام میں ایک ترکی کے کتب خانہ مراد ملا میں اور ہندوستان کے کتب خانہ رضا رامپور میں ہے [۱۳] اور ایک نسخہ مطبوعہ کتاب کا اس طرح تحقیق کرنے والے کے پاس کم از کم تین نسخے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ جن کی مدد سے کتاب کی تحقیق آسان ہو سکتی ہے۔

تحقیق کے بعد اس کتاب کی عظمت پہلے سے دوچند ہو جائے گی، صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب پر کام کرنے والوں کو ایک بہترین مرجع ومصدر ہاتھ آجائے گی، بہرحال اس کی طرف کون سبقت کرتا ہے یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ باقی صحابہ رض کی عظمت کو گھٹایا نہیں جا سکتا۔ اگر کوئی بد نصیب اس زعم میں ہے تو وہ حقیقت میں ان کی عبقریت کا ان سے خراج وصول کرتا ہے، جو کہ ہمیشہ حاسدین ومفسدین عظمت کے بیناروں سے وصول کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ فطرت خود ہی لالہ کی حنا بندی کرتی ہے۔ اسی فطرت وقدرت نے ان برگزیدہ ہستیوں کے رفع درجات کا یہی طریق اختیار ہے جو ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی جاری وساری ہے۔ باقی یہ پاک ہستیاں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں، علامہ سید سلمان ندوی خطبات مدراس میں رقمطراز ہیں۔

"ہر سانحہ زندگی میں کوئی نہ کوئی عبرت وبصیرت ہو، لیکن ہماری اخلاقی اور روحانی زندگی کی تکمیل وتزکیہ کے لیے صرف انبیاء کرام اور ان کے نقش قدم پر چلنے والی ہستیوں کی تاریخیں اور سیرتیں ہی کارآمد اور مفید ہو سکتی ہیں، اب تک دنیا نے انہی سے فیض پایا اور آئندہ بھی انہی سے فیض پا سکتی ہے۔ اس لیے دنیا کا اپنے تزکیہ اور تکمیل روحانی کے لیے ان برگزیدہ ہستیوں کی سیرتوں کی حفاظت سب سے بڑا اہم فرض ہے۔"

آگے چل کر علامہ صاحب مشہور شاعر ڈاکٹر ٹیگور کا ایک قول نقل کرتے ہیں کہ جب ان سے سوال کیا گیا کہ برہمو سماج کی ناکامی کا سبب کیا ہے؟ تو جواباً کہا "کہ اس کے پیچھے کوئی شخصی زندگی اور عملی سیرت نہ تھی جو ہماری توجہ کا مرکز بنتی اور ہماری نیکوکاری کا نمونہ بنتی۔ اس نکتہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مذہب اپنے نبی کی سیرت اور عملی زندگی کے بغیر ناکام ہے، غرض ہم کو اپنی ہدایت اور رہنمائی

(بقیہ صفحہ نمبر ۱۴ پر)

[۱۳] دیکھئے اخبار التراث الاسلامی ص ۲۷ شمارہ ۹:

مچھروں سے مکمل نجات حاصل کیجئے
ویپ
ماسکیٹو میٹ
Vape mat
FUMAKILLA
FUMAKILLA
Vape mat f
ELECTRONIC
MOSQUITO
DESTROYER

سنٹرل ایشیاء کی نو آزاد مسلم ریاست

تاجکستان میں غلبۂ دین اور بیداری ملت کی لہر

تاجکستان کے عظیم اسلامی رہنما اور نہضت اسلامی تاجکستان کے اپوزیشن لیڈر استاذ سید عبداللہ نوری کی جامعہ حقانیہ میں تشریف آوری اور طلبہ دار العلوم سے خطاب

(۲۷/ اکتوبر) تاجکستان کے عظیم اسلامی رہنما نہضت اسلامی کے اپوزیشن لیڈر استاد سید عبداللہ نوری جامعہ دار العلوم حقانیہ تشریف لائے کیمونزم کے جبر و استبداد کے زمانہ عروج میں جب روس نہیں ٹوٹا تھا موصوف نے اسلامی تحریک و جہاد کے سلسلہ میں حکومت کے مظالم کے خلاف جہاد کیا روسی نظام کے مقابلہ میں شب و روز کام کیا اسلامی تحریکوں پر پابندی کے باوجود وہ اپنے کام کو آگے بڑھاتے رہے روس کی شکست و ریخت کے بعد موصوف نے اسلامی نظام کے قیام کے لیے جد و جہد کا آغاز کیا وہاں پر مختلف دینی گروپوں اور جماعتوں نے جب مشترکہ پلیٹ پہ کام کرنے اور وہاں کے فرسودہ نظام کے خلاف ایک منظم تحریک چلانے کا فیصلہ کیا تو سب نے اپنی اپنی قیادت و امارت سے دستبردار ہو کر سید عبداللہ نوری کو نہضت اسلامی کا امیر مقرر کیا اقوام متحدہ کی تحریک پر تاجکستانی حکومت اور اپوزیشن کے درمیان مصالحت اور مذاکرات کے سلسلہ میں وہ پاکستان تشریف لائے تھے ان کی دیرینہ خواہش تھی کہ جامعہ حقانیہ کا معاینہ کریں اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سے بھی ملاقات کر کے تحریک جہاد اور نہضت اسلامی کے سلسلہ میں باہمی تعاون اور ارتباط کے استحکام کے سلسلہ میں مذاکرات کریں چنانچہ موصوف وقت نکال کر اپنے وفد کے ہمراہ

۲۷/اکتوبر کو جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے، دارالعلوم کے تمام شعبہ جات کا تفصیلی معائنہ کیا، تاجکستانی طلبہ کے ہاسٹل (احاطہٴ ماوراء النہر) میں پہنچے تو تاجکستانی طلبہ کی والہانہ عقیدت، جذبہٴ جہاد، دارالعلوم کی جانب سے ان کی تعلیم و تربیت اور ان ہی کی زبان میں ان کی تعلیم کا نظام و نصاب دیکھ کر جوش مسرت اور طلبہ کے ولولہ جہاد سے آبدیدہ ہوگئے، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح کے مزار پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی جامعہ مسجد دارالعلوم حقانیہ میں استقبالیہ تقریب میں مفصل خطاب کیا، ذیل میں موصوف کی تقریر کے بعض حصے نذرِ قارئین ہیں جس سے وسطی ایشیا کی نوآزاد مسلم ریاست تاجکستان کی تازہ ترین صورتحال اور وہاں پر مجاہدین کی جہادی سرگرمیوں اور عالمی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں کا اندازہ ہوتا ہے تاہم یہ بات امید افزا ہے کہ تاجکستان میں بیداری ملت کی لہر عروج پر ہے اور اسلام کے غلبہ کے امکانات ابھر رہے ہیں موصوف نے خطبہ کے بعد ارشاد فرمایا۔

اصلاً تو میں حکومت پاکستان کا مہمان ہوں۔ لیکن آج جو اس دارالعلوم میں آیا ہوں۔ یہاں حاضری میری دیرینہ تمنا تھی مولانا سمیع الحق سے ملاقات اور دارالعلوم کی زیارت کا شرف حاصل کروں جو علمی اور دینی معارف کی اشاعت کا مرکز ہے جہاں سے علم کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ اور ہر طرف تقدس اور پاکی کا دور دورہ ہے پوری دنیا میں اس مرکز کی دینی خدمات کا شہرہ ہے۔ اس سرزمین سے اسلامی تعلیمات کی اشاعت ہوتی ہے۔ تو یہ بات ہر کسی پر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ دین کا غلبہ دارالعلوم حقانیہ کی کوششوں ہی کا نتیجہ ہے کہ آج خداوند تعالےٰ کے نور اور رحمت خداوندی ان علاقوں میں، افغانستان میں، تاجکستان میں جلوہ گر ہو رہی ہے۔ تاجکستان کے لوگ جوان، بوڑھے اور بڑے بڑے عالم مختلف علوم و فنون اور اسلامی تعلیمات کے حاصل کرنے کے سلسلے میں اسی سرچشمہ علم و عرفان کے ممنون ہیں۔ ہم ایک زمانے میں تاجکستان میں چوری چھپے اپنے علاقے میں اسلام کی تبلیغ کرتے تھے۔ روسیوں کے آخری دنوں میں جو تھوڑی بہت آزادی ملی تھی۔ وہ بھی دینی علوم کی اشاعت کے لیے نہیں تھی۔ پھر جب تاجکستان کو آزادی ملی تو بھی وہ آزادی، دین اور علوم دین کی خدمت و اشاعت اور نظام اسلامی کے قیام کے لیے نہیں تھی۔ روس اور تاجکستانی حکومت نے ہم پر مظالم کیے اور ہم ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے، ہمارے بہت افراد شہید ہوئے۔ تاجکستانی حکومت ہر جگہ ہم پر کفر و الحاد اور مظالم کے پہاڑ ڈھانے لگی۔ بہر حال ہم نے ہجرت کا راستہ اختیار کیا۔ اور جہاد کا اعلان کیا جو یہاں کے علماء حقانیہ کے فضلاء نے درس دیا ہے اور افغانی علماء نے بھی یہاں سے یہ جہاد کا سبق حاصل کیا ہے اور یہ جہاد اور ہجرت کی ہی برکت ہے اور یہاں کی تعلیمات کی برکت ہے۔ آج یہاں آکر آپ کی خدمت میں کھڑے ہونے اور

بات کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں اور ہمارے لوگوں کے لیے مظلوموں اور مہاجرین کے لیے اور تاجک طلبہ کے لیے اس دارالعلوم میں علم حاصل کرنے کا موقع ملا۔ اور آج میں یہاں تاجکستانی طلبہ کو دیکھ کر یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ علم اور نورِ ہدایت سے کہ جب تاجکستان جائیں گے تو اسلامی تعلیمات کو مزید فروغ حاصل ہوگا۔ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم کا میں اس پر تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ انشاء اللہ وہ یقیناً ہماری مزید سرپرستی اور تعاون فرمادیں گے۔

ہمیں یقین ہے کہ حضرت رسول اکرم ؐ کہ آخرین پیغمبر ہیں اور حضرت جبرائیل اُن پر وحی لاتے تھے۔ مجبور ہوئے کہ ہجرت کریں جو کوئی بھی اسلامی مملکت کی بنیاد رکھنا چاہے تو اس کو ہجرت کے مکتب میں پڑھنا پڑھتا ہے، ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ہم کو اس کی راہ میں اسلام کی خدمت۔ ہجرت کرنے اور جہاد کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے، آپ ہمارے انصار ہیں دارالعلوم حقانیہ ہماری علمی پناہ گاہ ہے انشاء اللہ تاجکستان میں اسلامی حکومت، خدا کے نظام کی حکومت قائم ہوگی۔ اور وہاں الٰہی پرچم لہرائے گا۔

اگر تاجکستان میں اسلامی تحریک کامیاب ہو جائے اور یہ دروازہ کھل گیا۔ تو اس کے بعد ازبکستان قیرقزستان، تاتارستان ترکمانستان مرکزی ایشیا کی ہر جگہ میں اسلامی پرچم لہرائے گا اور یہ کام بھی یہاں کے طلبہ اور فضلاء اور روحانی فرزندوں کے ذریعہ تکمیل کو پہنچے گا۔ دارالعلوم حقانیہ جو علم و معرفت و علوم دینی کا مرکز ہے میں تو چاہتا ہوں کہ آپ سے درخواست کروں اور آپ کے لیے اور مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ ارشاد خداوندی واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا۔ اور علم کے اس مرکز کے علماء بالخصوص یہاں کے اکابر علماء سے خواہش کرتا ہوں کہ افغانستان میں اسلامی اتحاد کے لیے وہ جو کوششیں وہ کر رہے ہیں۔ انہیں اسی طرح آگے بڑھائیں، تاکہ کفر و الحاد کا خندۂ استہزاء نہ بنیں۔ افسوس کہ آج مسلمان صحیح معنوں میں متحد نہیں ہیں۔ اتحاد کا عملی مظاہرہ نہیں۔ جو چیز آج تمام مسلمانوں کو ضعیف اور کمزور کر رہی ہے وہ آپس کی ناچاکی اور بے اتفاقی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیر، تاجکستان، افغانستان مصر، الجزائر وغیرہ تمام جگہوں میں اسلامی تحریکیں کافروں کے ہاتھوں پٹ رہی ہیں گو کہ دوسری طرف ان کی مساعی، جہاد، مجاہدہ اور قربانیوں سے اسلام زندہ ہے اور زندہ رہے گا اور ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں لیکن یہ علمی مرکز جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی صورت میں جو دیکھ رہا ہوں میرا اطمینان اور امید اور بھی مضبوط ہو رہا ہے کہ ایسے مراکز علماء اور یہاں علمبرداران حق کی موجودگی میں امت کے خلاف سازشیں ناکام ہوں گی، آیئے دعا کریں کہ تاجکستان کی اسلامی تحریک کامیاب ہو جائے۔ افغانستان میں بے اتفاقی دم توڑ دے اور وہ لوگ متحد ہو جائیں۔ اور ساری دنیا میں اسلام پھیلے۔

"تاجکستان کے معزز مہمان سید عبداللہ نوری نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی رائے بک میں اپنے تاثرات یوں رقم فرمائے

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ امابعد!

جامع دارالعلوم حقانیہ اور اس کے مقدس و متبرک مقامات اور یہاں کے علماء اور علمی اشخاص کی زیارت کرنے پر اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ دین اسلام اور شریعت محمدیہ مزید پھیلے گی اور مجھے یہاں کے جذبات اور معاونت کے احساسات دیکھ کر یقین ہو گیا ہے کہ ہم مسلمانانِ ماوراء النہر تنہا نہیں ہیں بلکہ پاکستان کے برادرانِ اسلامی اعلاء کلمۃ اللہ میں ہمارے معاون اور پشتیبان ہیں۔

یہاں کے طلبہ کو دیکھ کر مجھے یہ بھی یقین حاصل ہوا کہ مسلمانوں میں تفرقہ پراگندگی اور باہمی ناچاکیاں ختم ہوں گی میں اپنے بزرگ بھائی اور عالم و فاضل شخصیت مولانا سمیع الحق کا شکرگزار رہوں کہ انہوں نے جہاد تاجکستان میں ہمارے ساتھ کسی بھی قسم کی امداد اور قربانی کرنے سے دریغ نہیں کیا امید ہے کہ وہ آئندہ بھی ہماری مدد کرتے رہیں گے اور ہمیں تنہا نہیں چھوڑیں گے ہم امید رکھتے ہیں کہ حق کو فتح و غلبہ اور باطل کو شکست حاصل ہو گی۔

سید عبداللہ نوری نہضت اسلامی تاجکستان

(بقیہ صفحہ نمبر ۴۸ سے)

نہیں پیدا ہو سکتی جو دلیل و برہان کی قوت سے لوگوں کے سینوں میں پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے ارشاد ہے۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (نحل۔۱۶)

تو لوگوں کو اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف آنے کا بلاوا حکمت و دانائی کی باتوں کے ذریعہ سے اور اچھی طرح سمجھا کر دے اور مناظرہ کرنا ہو تو وہ بھی اچھی طرح کر۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۴۴ سے)

مطابق یہ این جی اوز غریب لوگوں کا دوسروں پر انحصار یا ان کی محتاجی ختم کرنے کے لیے شاذ ہی کام کرتی ہیں۔

اس کے برعکس ان امدادی اداروں کی اکثریت بیچ کے غریب لوگوں کے مسائل سے لاتعلق ہے اور ان لوگوں کو پیروں پر کھڑا کرنے سے ان اداروں کو کوئی دلچسپی نہیں۔ ایسی مثالیں بھی ہیں کہ پوری کی پوری آبادیاں (مثلاً فینی اور مانک گنج) کسی ایک یا دوسری این جی او کی اس حد تک دست نگر بن چکی ہیں کہ ان این جی اوز کی بیچ بیچ رعایا یا بیگاری ہو کر رہ گئی ہیں۔ کئی بنگلہ دیشی مبصرین نے اس صورت حال کو نہ صرف شرمناک قرار دیا ہے بلکہ یہ شکنجہ تو روایتی ہندو بنیئے کے مایاجال سے بھی زیادہ شرارت آمیز ہے۔

EPT - 4 / 89. PID - Islamabad

ابراہیم یوسف باوا رنگونی (برطانیہ)

تخلیقِ انسانی کا مقصد

یہ بات ہر شخص کے علم میں ہے کہ کسی ملک کا کوئی باشندہ کسی جرم کا ارتکاب کرے، اُسے اس ملک کے قانون کے مطابق سزا دی جاتی ہے چاہے وہ شخص ملک کا ایک ادنیٰ اور معمولی باشندہ ہو یا کوئی باا ثر بشرطیکہ اس ملک میں عدل و انصاف قائم ہو ورنہ لوگ رشوت وغیرہ دے کر چھٹکارا حاصل کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے یہ چھٹکارا عارضی ہوگا، مرتے ہی اُس کی گردنیں پکڑی جاویں گی اور وہ موت، برزخ اور آخرت میں سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔

اگر مجرم ملک کا رکھوالا ہو اور لوگوں کی جان و مال اور آبرو کا محافظ ہو پھر وہ جرم کرے تو اُس کی سزا ادنیٰ و معمولی شخص کے مقابلے میں زیادہ دی جاتی ہے اور عرف عام میں یوں کہا جاتا ہے کہ او کم بخت تو میری وصیت کا رکھوالا اور محافظ ہو کر جرم کرتا ہے! تیرا جرم کرنا تو درکنار تیرا جرم کے بارے میں سوچنا بھی سخت جرم ہے لہٰذا اُسے بہ نسبت دوسروں کے زیادہ سزا دی جاتی ہے۔ یہ ہے دنیا کا قانون۔

بنی نوعِ انسان کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنا خلیفہ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ط البقرہ ۲:۳۰ یعنی اپنا سفیر (AMBASSADOR) بنا کر بھیجا حالانکہ فرشتوں نے اس کا اعتراض بھی کیا تھا کہ ہم آپ کی عبادت کے لیے کیا کم ہیں کہ انسان کو پیدا کر کے دنیا کی سرزمین کا مالک بنا دیں جہاں جا کر وہ خونریزی کریں گے؟

لیکن اللہ تعالیٰ کی چاہت انسان کو پیدا کرنے کی یہ تھی کہ وہ شیطان و نفس کی شرارت اور بہکانے سے بچتے ہوئے اور نفس کشی کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہے اور مرنے کے بعد اس کا بہترین بدلہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی و خوشنودی حاصل کرے، اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل کرے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنّت میں آرام و راحت کی زندگی حاصل کرے۔

جن و انس کی تخلیق کا مقصد اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ (الذریٰت ۵۱:۵۶)

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ   اور میں نے جن اور انسان کو (دراصل) اس واسطے پیدا

اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں ۔
(معارف القرآن ج ۸ ص۱۷۱)

ف ۱: آیت شریفہ کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ انسان دنیا کی ہر چیز کو چھوڑ چھاڑ کر رہبانیت اختیار کرے، کسی جنگل میں جاکر اللہ اللہ کرکے زندگی پوری کرے بلکہ مفہوم یہ ہے کہ دنیا میں رہ کر اپنے نفس اور شیطان کے دھوکوں سے بچتے بچاتے ۲۴ گھنٹے رب چاہی زندگی گزارے، اپنے پیارے نبی و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک طریقوں کو اپنائے اور ان چیزوں کو اپنے متعلقین خصوصاً اہل وعیال اور پوری اُمت میں حسبِ استطاعت پھیلائے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب وسوسہ آیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ مبارکہ میں میری ایک حالت ہوتی ہے اور گھر والوں کے درمیان رہتا ہوں تو حالت بدل جاتی ہے۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنے آپ کو منافقت پر رہنے کا تصور کیا۔ پھر جب یہ بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا۔

"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمہارا ہر وقت وہی حال رہے جیسا کہ میرے سامنے ہوتا ہے تو فرشتے تمہارے بستروں اور راستوں میں تم سے مصافحہ کرنے لگیں لیکن حنظلہ! بات یہ ہے کہ گاہے گاہے، گاہے گاہے"۔ (حیاۃ الصحابہ ص۳۶)

اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی مدظلہٗ نے فرمایا کہ تمہارے لیے کبھی یہ حالت بہتر ہے اور کبھی وہ ...... اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں کہ بندہ ہر وقت استحضار تام ہی حاصل رہے ورنہ عمارتِ دنیا کے کام کون کرے؟ [۱]

ف ۲: آیت شریفہ یعنی ہم نے جنات اور انسان کو عبادت کے سوا کسی کام کے لیے نہیں پیدا کیا، اس میں دو اشکال ظاہر نظر میں پیدا ہوتے ہیں، اوّل یہ کہ جس مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے کسی خاص کام کے لیے پیدا کیا ہے، اور اس کا ارادہ یہی ہے کہ یہ مخلوق اس کام کو کرے تو عقلی طور پر یہ ناممکن و محال ہوگا کہ پھر وہ مخلوق اس کام سے انحراف کر سکے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ و مشیت کے خلاف کوئی کام محال ہے، دوسرا اشکال یہ ہے کہ اس آیت میں انسان اور جن کی تخلیق کو صرف عبادت میں منحصر کر دیا گیا ہے، حالانکہ ان کی پیدائش میں علاوہ عبادت کے دوسرے فوائد اور حکمتیں بھی موجود ہیں۔

پہلے اشکال کے جواب میں بعض حضرات مفسّرین نے اس مضمون کو صرف مؤمنین کے ساتھ مخصوص

---

[۱] تفصیل کیلئے محترم باواصاحب کا مضمون "دعوت و عمل کا تلازم" دیکھئے ماہنامہ الحق دسمبر ۱۹۹۲ء

قرار دیا ہے، یعنی ہم نے مؤمن جنات اور مؤمن انسانوں کو بجز عبادت کے اور کام کے لیے نہیں بنایا اور مؤمنین ظاہر ہے کہ عبادت کے کم و بیش پابند ہوتے ہیں، یہ قول ضحاک اور سفیان وغیرہ کا ہے، اور حضرت ابن عباسؓ کی ایک قراءت آیت مذکورہ میں لفظ مؤمنین مذکور بھی ہے، اور قرأت اس طرح ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْا اس قرآت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ یہ مضمون صرف مؤمنین کے حق میں آیا ہے، اور خلاصۂ تفسیر میں اس اشکال کو رفع کرنے کے لیے یہ کہا گیا ہے کہ اس آیت میں ارادۂ آلٰہیہ سے مراد ارادۂ تکوینی نہیں ہے جس کے خلاف کا وقوع محال ہوتا ہے بلکہ ارادۂ تشریعی ہے، یعنی یہ کہ ہم نے اُن کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ ہم اُن کو عبادت کے لیے مامور کریں۔ امرِالٰہی چونکہ انسانی اختیار کے ساتھ مشروط رکھا گیا ہے، اس کے خلاف کا وقوع محال نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے تو حکم عبادت کا سب کو دیا ہے مگر ساتھ ہی اختیار بھی دیا ہے اس لیے کسی نے اپنے خداداد اختیار کو صحیح خرچ کیا، عبادت میں لگ گیا، کسی نے اس اختیار کو غلط استعمال کیا، عبادت سے منحرف ہوگیا، یہ قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بغویؒ نے نقل کیا ہے، اور زیادہ بہتر اور بے غبار توجیہ وہ ہے جو تفسیر مظہری میں کی گئی ہے کہ مراد آیت کی یہ ہے کہ ہم نے اس کی تخلیق اس انداز پر کی ہے کہ ان میں استعداد اور صلاحیت عبادت کرنے کی ہو، چنانچہ ہر جنّ و انس کی فطرت میں یہ استعداد قدرتی موجود ہے، پھر کوئی اس استعداد کو صحیح مصرف میں خرچ کرکے کامیاب ہوتا ہے، کوئی اس استعداد کو اپنے معاصی اور شہوت میں ضائع کر دیتا ہے، اور اس مضمون کی مثال وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ (یعنی ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو (اس فطرت سے ہٹا کر کوئی) یہودی بنا دیتا ہے کوئی مجوسی، فطرت پر پیدا ہونے سے مراد اکثر علماء کے نزدیک دینِ اسلام پر پیدا ہونا ہے، تو جس طرح اس حدیث میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ہر انسان میں فطری اور خلقی طور پر اسلام و ایمان کی استعداد و صلاحیت رکھی جاتی ہے، پھر کبھی اس کے ماں باپ اس صلاحیت کو ضائع کرکے کفر کے طریقوں پر ڈال دیتے ہیں، اسی طرح اس آیت میں (إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ) کا یہ مفہوم ہو سکتا ہے کہ جنّ و انس کے ہر فرد میں اللہ تعالیٰ نے استعداد اور صلاحیت عبادت کی رکھی ہے، واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔ (معارف القرآن ج ۸ صـ ۱۷۱)

منظور احمد نعمانی مدیر احیاء العلوم ظاہر پیر رحیم یار خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رثاء الشیخ العلّام محمد عبد اللہ درخواستی قدس سرّہٗ

۱۔ وَاَنْظِمُ عِقْدَ الدَّمْعِ مِنْ اَجْلِ غَارِبٍ
میں آنسو کے ہار پروتا ہوں غروب ہونے والے چاند پر

وَجِیْهٍ کَرِیْمٍ بِالْمَدَارِسِ رَاغِبٍ
جو کہ صاحب وجاہت سخی اور مدارس سے محبت کرنے والے تھے

۲۔ سَقَی اللّٰهُ جَدْثَ الْعِلْمِ غَیْثَ فُیُوْضِهٖ
اللہ تعالیٰ علم کی قبر کو اپنے فیوض کی بارش سے سیراب کریے

وَنَوَّرَهٗ بِالْفَضْلِ مِثْلَ الثَّوَاقِبِ
اور اسکو اپنے فضل سے چمکدار چیزوں کی طرح روشن فرمائیں

۳۔ فَیَا قَبْرُ هَلْ وَارَیْتَ جَبَلَ عَزِیْمَةٍ
اے قبر تعجب ہے کہ تو نے عزیمت کے پہاڑ

وَمَخْزَنَ تَفْسِیْرٍ وَّبَحْرَ الْمَوَاهِبِ
اور تفسیر کے خزانہ اور بخشش کے سمندر کو اپنے اندر چھپا لیا

۴۔ وَقَدْ مَلَأَ الْاٰفَاقَ فِیْ طُوْلِ عُمْرِهٖ
حالانکہ اس نے اپنی طبعی زندگی میں تمام اطراف عالم کو

بِعِلْمٍ وَّعِرْفَانٍ وَّضَوْءِ الْکَوَاکِبِ[ع]
علم و معرفت اور ستاروں کی چمک سے پُر کر دیا تھا۔

۵۔ وَیَا خَیْرَ مَدْفُوْنٍ تَرَکْتَ قُلُوْبَنَا
اے بہترین مدفون تو نے ہمارے دل اس حال میں چھوڑے

حَیَارٰی وَعَطْشٰی مِنْ نُقُوْدِ السَّحَائِبِ
کہ وہ حیران اور پیاسے ہیں بوجہ گم کرنے بادلوں کے

۶۔ شَرِبْتَ صَبُوْحَ الْوَصْلِ یَا سَاقِیَ الْبِحَارِ
اے سمندروں کے پلانے والے تو نے صبح کے وقت شراب وصل پی لی

فَصِرْتَ بِهٖ سَکْرَانَ حَتَّی الْعَوَاقِبِ
جس کا نشہ انجاموں تک یعنی قیامت تک رہے گا

۷۔ رَحَلْتَ مِنَ الدُّنْیَا اَبَا الْفَضْلِ وَحْدَهٗ
اے فضل کے ابا جان اس دنیا سے تو اکیلا کوچ کر گیا

وَغَادَرْتَ مَنْظُوْرًا بِدَمْعٍ سَاکِبٍ
اور اپنے منظور کو بہتی آنسو کے ساتھ چھوڑ گیا۔

بناتِ فکر منظور احمد نعمانی مدیر احیاء العلوم ظاہر پیر رحیم یار خاں۔

ع مدارس مراد ہیں۔